جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر



بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر

سید احمد خضر شاہ مسعودی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

سلسلہ نمبر ۱۹۴	شمارہ ۸	جلد نمبر ۲۲	فروری/مارچ ۲۰۲۵

بانی: فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر: سید احمد خضر شاہ مسعودی

نائب مدیر
مولانا سید فضیل احمد ناصری
08881347125

اشتراک وتعاون
اندرونِ ملک:
فی شمارہ -/30 سالانہ -/360
خصوصی -/1000
تاحیات -/6000
بیرونِ ملک:
سالانہ: 20 امریکی ڈالر
خصوصی: 100 امریکی ڈالر
تاحیات: 500 امریکی ڈالر

نگراں ترسیل
مولانا ابوطلحہ اعظمی
09997504588

شائع کردہ: جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

فون آفس: 01336-220471 فون وفیکس (مدیر) 01336-222471-223371

موبائل (مدیر): 08006075484 ای۔میل: ahmadanzarshah@gmail.com

ورق در ورق

صریر خامہ

عصریات

سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

وقت کی بے برکتی کتنی بڑھ گئی! سال برق رفتاری سے آیا اور چلا گیا۔ ایسا لگا کہ چند دن پہلے ہی رمضان کی بہاریں لوٹی تھیں، پھر رمضان سامنے ہے۔ ہم ایسے گناہوں میں غرق لوگوں اور رقص وسرود میں کھوئی ہوئی اقوام کے لیے ایک اور زریں موقع۔ ایک عظیم بشارت۔ ایک جاں فزا موسم۔ رمضان کیا ہے؟ انوار وبرکات سے لطف اندوز ہونے کا موسم۔ آنکھوں کا نور، دل کا سرور۔ روزے کی لذت، تلاوت کا مزا، تراویح کا لطف، نوافل کی چاشنی سب اس ماہ مبارک کے طفیل۔ قلیل محنتوں پر کثیر انعام۔ کوئی حد ہے مولائے کائنات کی فیاضی کی!! وہ ذات کریم تو سال بھر مائل بہ کرم تھی، کوئی سائل ہی نہیں تھا۔ شیطان کی جکڑ بندی نے سائلین کو مسجد میں لا بٹھایا۔ اب سجدہ گاہوں میں ہجوم ہے۔ ہر نماز میں ایک خوش گوار بھیڑ۔ کتنا سرور دیتی ہیں یہ پرنور فضائیں!! ادھر خالق الایام والشہور کی داد وعطا چوٹی پر۔ ایک ایک نیکی پر بے تحاشا اجر۔ ایک فرض کا مقام 70/فرائض کے برابر۔ نوافل کی مسند بھی اونچی کر دی گئی۔ تیس دن کی یہ فصل بہار سال کے 360/دنوں کے لیے سکون بخش بن جاتی ہے۔ بس شرط ہے کہ اس کی قدر دانی کی جائے، ورنہ اس کی ناقدری اور بھی سنگین بن جاتی ہے۔

ماہ مبارک میں خوب نیکی کیجیے! تقویٰ کا مزاج بنائیے۔ فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام کیجیے! تلاوت کثرت سے کیجیے! بیس رکعت تراویح کا لطف ضرور اٹھائیے۔ تہجد کا ناغہ نہ کیجیے! اپنے لیے، اپنے اپنے اہل خانہ کے لیے، عالم اسلام کے لیے خوب دعائیں کیجیے! آپ سب کو رمضان کی مبارکباد! بیش از بیش مبارک باد!

❀ .... ❀ .... ❀

5/فروری نکل گئی۔ دہلی اسمبلی انتخابات کے لیے لوگوں نے حق رائے دہی کا استعمال کر لیا۔ اگرچہ کئی سیاسی احزاب یہاں پنجہ آزما تھیں، تاہم اصل مقابلہ زعفرانی پارٹی اور عام آدمی پارٹی کے درمیان تھا۔

کانگریس بالکل دبی دبی، بلکہ مٹی مٹی سی رہی۔ کل ہند مجلس اتحاد المسلمین بھی ناتواں بازؤں کے ساتھ اکھاڑے میں اتری۔ پچھلی دو میعادوں سے عام آدمی پارٹی دلی میں تخت نشیں تھی۔ پہلی میعاد بہت کامیاب نہیں رہی تھی۔ سیاسی داؤ پیچ نے چند ہی مہینوں میں اسے فرش پر پٹخ دیا تھا۔ دوسری میعاد بڑی شاندار رہی، لیکن اخیر اخیر میں ایک بڑے داغ نے وزیر اعلیٰ بدل دیا۔ اروند کیجریوال کو استعفا دینا پڑ گیا۔ ان کی جانشینی اب ایک خاتون کر رہی ہے۔ نام آتشی، کام شبنمی۔ جو بھی ہو، عام آدمی پارٹی کا دہلی میں اقتدار تاریخ ساز رہا ہے۔ عوام کی سہولت کے لیے پانی اور بجلی کا جو آسان پروگرام اس نے پیش کیا، اس نے ساکنان دہلی کو اپنا اسیر بنا لیا۔ مزید برآں سرکاری ہسپتالوں کی حالت زار کو متحرک کرنا اور انہیں اعلی معیار پر لے جانا، کالجوں کی کو چست و درست کرنا اس پارٹی کا قابل تعریف کارنامہ ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ رشوت پر سخت بندش لگی، جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اندازہ یہی تھا کہ عام آدمی پارٹی اپنے کارناموں کے بل پر ایک بار پھر اقتدار پر قبضہ جمائے گی، لیکن دنیائے سیاست بھی عجیب البیلی دنیا ہے۔ کب کیا ہو جائے، کہنا مشکل۔ بھاجپا نے غیر متوقع طریقے پر چاروں شانے چت کر دیا اور اس طرح بھگوا پارٹی کا دلی میں حکومت چلانے کا خواب ایک طویل عرصے کے بعد شرمندۂ تعبیر ہو ہی گیا۔ ایگزٹ پول جو کچھ کہہ رہے تھے، وہ درست نکلے۔ کمل نے 70 میں سے 48 سیٹوں پر فتح حاصل کر لی۔ عام آدمی پارٹی محض 22/ نشستوں پر قانع رہی۔ کانگریس تو ایسی زوال پذیر ہوئی کہ اس کا کھاتہ بھی نہ کھل سکا۔ ایسی ہزیمت اور ایسا صفایا!! زعفرانی پارٹی 27/ سال بعد اقتدار میں واپس آئی۔ بھاجپا مخالف پارٹیوں کی اس شکست میں سامان عبرت کافی موجود ہے۔ کوئی سنجیدگی کسی نے نہ دکھائی۔ سب کا مدعا بس یہی کہ دوسرے کو نقصان پہونچایا جائے، فتح اپنی جھولی میں گرے یا نہ گرے۔ عوام کو نہ تو کسی پارٹی سے مطلب ہے نہ کسی شخص سے سروکار۔ انہیں مطلب ہے صرف اچھی قیادت سے۔ وہ قیادت جو انہیں سہولتیں فراہم کرے اور ان کی معاشرتی زندگی میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔ اگر بھاجپا اپنی کرسی کا صحیح استعمال کرتی ہے تو امید کی جا سکتی ہے کہ اگلے سالوں میں بھی اس کا ڈنکا بجے گا، ورنہ عوام پھر پیچھے کی طرف مڑنے میں ہی اپنی عافیت محسوس کریں گے۔

❁ .... ❁ .... ❁

امریکہ کا ملکی انتخاب حسب روایت ہوا۔ نتائج پہلے ہی آ چکے تھے۔ فتح کا پرچم سابق صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے لہرایا۔ عہدۂ صدارت پر دوبارہ متمکن ہوئے۔ 20 جنوری کو انہوں نے اپنا حلف اٹھا لیا۔ وہ جس مزاج اور فطرت کے واقع ہوئے ہیں، خطرہ تھا کہ انا انا و لا غیری کا سودا عنفوان شباب پر رہے گا، مگر آئین فطرت نے انہیں پسپا کر دیا۔ حلف سے پہلے ہی ان کی فرعونی رعونت اور نمرودی غرور خاک میں مل

گیا۔ حالات ایسے دگرگوں ہوئے کہ وہی ڈونالڈ ٹرمپ جس نے اپنی کامیابی کا جشن مناتے ہوئے کہا تھا کہ اگر اسرائیلیوں کو چھوڑا نہیں گیا تو ہم فلسطین میں جہنم کا دروازہ کھول دیں گے اور یہ خطہ قیامت کے مناظر دیکھے گا۔ ان کا یہ ظالمانہ اور قاہرانہ جملہ فاطر ہستی نے انہیں پر پلٹ دیا۔ قادر و قیوم ہستی نے اپنی قدرت کاملہ کی ادنی سی جھلک دکھائی اور ڈونالڈ ٹرمپ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ امریکہ ایک ناگہانی عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ کیلیفورنیا آگ کا سمندر بن گیا۔ ایسی آگ جس کا مشاہدہ پچھلی صدیوں میں نہیں کیا گیا تھا۔ بالخصوص لاس اینجلس کی وہ وہ حالت کہ چیخ و پکار اور شور و فغاں پوری دنیا میں پہونچی۔ امریکی طاقت کا بھرم نکل گیا۔ وہ آگ 10 دنوں تک طوفانی رفتار میں کیلیفورنیا میں دندناتی رہی اور وہاں کے شہریوں پر قہر ڈھاتی رہی۔ لاس اینجلس مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں امریکہ کے بڑے بڑے سورما رہتے ہیں۔ دنیوی دولت و ثروت کا معدن۔ گناہوں کا مخزن۔ یہ امریکہ کا سب سے مہنگا شہر ہے۔ وہ افتاد پڑی کہ اونچے اونچے مکانات، خوب صورت محلات، نظر نواز پارک، جاذب نگاہ میدان غزہ پٹی کا منظر پیش کرنے لگے۔ عشرت کدے کھنڈر ہو گئے۔ انتظامیہ نے اپنے ہاتھ کھڑے کر لیے۔ اس کی ساری مشنری، اس کے تمام آلات، اس کی جملہ کاوشیں ناکارہ ثابت ہوئیں۔ لاکھوں شہری در بدر ہو گئے۔ نہ جانے کتنے ہیں، جو لقمۂ اجل بن گئے۔ وہی ڈونالڈ ٹرمپ، جو مسلمانوں کے نام سے بدکتے ہیں، مسلمانوں کو بلا بلا کر ان سے اذان دلوا رہے تھے کہ شاید اللہ قدیر مسلمانوں کی اذان سے ہی اگ کو بجھا دے۔ نوبت بایں جا رسید کہ ٹرمپ نے اپنی مجلس میں تلاوتِ قرآن سننے کی فرمائش بھی کر ڈالی، بلکہ تلاوت سنی بھی۔ چند ہی دنوں میں ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ غرور سے بھرا ہوا سر اور نخوت سے بھری ہوئی کھوپڑی بے بسی و بے مائیگی کا اظہار کرتی نظر آئی۔ کاش ظالم یقین کر لے کہ اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ وہ ظالموں کو وہاں سے پکڑتا ہے، جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ واللہ عزیز ذو انتقام۔

❁ .... ❁ .... ❁

وہ مژدہ آخر کار فلسطینیوں نے سن ہی لیا، جس کا انہیں 70/ برسوں سے انتظار تھا۔ ڈیڑھ سال سے جاری خوں ریز تصادم بالآخر محافظین بیت المقدس کی فتح پر منتج ہوا۔ کیا کیا حالات نہ آئے۔ جوئے خوں ان کے سروں سے گزری۔ ہزاروں سرفروشوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جوانوں نے ہی نہیں، بوڑھوں نے بھی۔ عورتیں اور بچے بھی اس شراب طہور سے پیچھے نہیں رہے۔ آزادیٔ وطن اور قبلۂ اول کی حفاظت کے لیے انہیں ہر قربانی دینی پڑی۔ بڑے بڑے کمانڈروں کی شہادت بھی انہیں پژمردہ نہ کر سکی۔ موت کا بے تحاشا رقص بھی ان کے جذبات بجھا نہ سکا۔ خانماں بربادی میں بھی انہیں لذت ملتی رہی۔ یہی آہنی عزائم

تھے کہ اسرائیل جیسے خوں خوار کو بھی پسپا ہونا پڑا اور شکست کا زخم اسے دل پر لینا پڑا۔ جنگ بندی ہوئی۔ ایک اسرائیلی کے بدلے 6/فلسطینیوں کی رہائی۔ برسوں کے اسیر اسرائیلی جیل سے نکلے۔ نعرۂ تکبیر لگاتے ہوئے۔ ایک عجیب سماں تھا۔ خوش گوار اور مدہوش کن۔ یہ ظالموں کے سامنے ان کی پامردی کا صلہ تھا۔ انہیں بھی تسلیم کرنا پڑا کہ مسلمان جان کی بازی ہار سکتا ہے، مگر اپنا نشانہ چوک نہیں سکتا۔ وقت کی کوئی بھی گردش اس کے سینے کی آگ کو خاموش نہیں کرسکتی:

شکست و فتح نصیبوں سے ہے، ولے اے میر * مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ایسا بھی نہیں کہ نقصان صرف سرفروشان اسلام کا ہی ہوا۔ قابض اسرائیل کو بھی کاری ضربیں جھیلنی پڑیں۔ اس کا اعتراف ہے کہ 6000 فوجی مارے گئے اور 15000 زخمی۔ حقیقی تعداد تو اور بھی فزوں ہوگی۔ نور علی نور۔ ادھر فلسطینیوں نے فتح کا مزا چکھا اور ادھر سعودی عرب نے اسرائیل کو آنکھیں دکھادیں۔ ارض حجاز نے صاف کہہ دیا کہ جب تک فلسطین کو ریاست تسلیم نہیں کیا جاتا، اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم نہیں ہوسکتے۔ شاہ سلمان کی یہ جرات موسم گرما میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ہے۔

❁ .... ❁ .... ❁

فلسطینیوں کے ساتھ اسرائیل کی جنگ بندی مہم پھر مشکلات کا شکار ہوگئی۔ کج دماغ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے اسرائیلی سفر کے دوران کہہ دیا کہ غزہ پٹی پر اب امریکہ کا قبضہ رہے گا اور ساکنان غزہ اس زمین کو خالی کردیں، خواہ انہیں اردن جانا پڑے یا کسی اور علاقے میں۔ ٹرمپ کا یہ بیان غیر انسانی ہے۔ یہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی بھی ہے اور حقوق انسانی کی بدترین پامالی بھی۔ غزہ کے لوگ ڈیڑھ سال سے مظالم جھیلتے رہے ہیں۔ پچاس ہزار کے قریب لوگ موت کی نیند سو گئے۔ اب یہ جابرانہ اور بدبختانہ آرڈر درندگی کے سوا کچھ نہیں۔ اسرائیل ایک دہشت گرد ملک ہے۔ اس کے سر میں سر ملانا امریکی صدر کی ذہنی بدبختی کا واضح نمونہ بھی ہے۔ لگتا ہے کہ آگ کا عذاب یہ ظالم ٹرمپ بھول گیا۔ اس کا یہ غیر انسانی اعلان مشرق وسطی کو تباہی میں ڈال دے گا۔ کہاں اقوام متحدہ؟ کہاں ہیں حقوقِ انسانی کے علم بردار؟ کہاں ہیں رائی کو پہاڑ بنانے والے؟ فلسطین کے مظلوم انہیں کیوں نظر نہیں آرہے ہیں؟ کسی کو صدموں پر صدمے دینا اور پھر زمین بھی چھین لینے کے ناپاک ارادے کا اظہار! آخر دنیا کا ضمیر کب جاگے گا اور ظلم و بربریت کا پنجہ کب مروڑے گا؟ اگر زبردستی انخلا کا یہ عمل خدانخواستہ ہوجاتا ہے تو یہ ملت اسلامیہ کے لیے سوہان روح تو ہوگا ہی، انسانیت کی پیشانی پر بھی ایک گہرا بدنما داغ ہوگا۔

......✦......

قسط نمبر:۵

امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری
اور علوم وفنون میں آپ کی جامعیت

مولانا ابوطہ محمد صغیر پرتاپ گڑھی
استاذ حدیث جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

علم تفسیر (۴)

{وَرَافِعُكَ إِلَيَّ} اس آیت سے متعلق اکثر باتیں سورہ نساء کی آیتوں کے تحت آئیں گی، یہاں صرف اتنی بات ہے کہ ہر اس شخص پر جو کہ قرآن وحدیث پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ پوری کی پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کسی باطل عقیدہ پر جمع نہیں ہوسکتی، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پر بھی ایمان رکھے کہ حضرت عیسیٰؑ کا رفع، رفعِ جسمانی ہے، آیات قرآنی سے اس کا قطعی ثبوت ملتا ہے، جب کہ اجماع امت قرآن کے قطعی الدلالت علی المعنی ہونے پر ہو چکا ہے، آسمان کی طرف رفع جسمانی آپؑ کی معراج ہے، راغب نے ''مفردات القرآن'' میں اس آیت کا یہی مطلب لیا ہے، جیسا کہ ''البحر المحیط'' میں ان کے حوالے سے مذکور ہے، نہ کہ فقط رفعِ درجہ۔ اس لئے کہ آیت کریمہ کی پہلی اور حقیقی مراد، رفعِ جسمانی ہی ہے۔ جس کی دلیل قطعی یہ ہے کہ بالاتفاق علمائے تاریخ وحدیث، یہ آیتیں وفد نجران کی بابت ان کے عقیدے کی اصلاح کے لیے نازل ہوئیں اور ان کے سامنے پڑھ کر سنائی گئیں، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ ذات وجسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔

پس اگر اسلام کا عقیدہ اور تعلیمات قرآنی اس کے خلاف تھی تو ضروری تھا کہ عبارات قرآنی میں کوئی ایسا لفظ نہ آتا جو نصاریٰ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے گمراہی کے گڑھے میں ڈھکیل دیتا اور اس وقت سے لیکر قیامت تک ان کو اس معاملے میں حیرت میں ڈال دیتا، اس لئے کہ جب وہ اس آیت کو سنیں گے تو ضرور، رفعِ جسمانی پر محمول کریں گے، اس وقت قرآن ایک باطل عقیدے پر ان کا تعاون کرنے والا خیال کیا جاتا

، نیز اگر وہ قرآن کریم سے ہدایت چاہتے تو بھی ہدایت نہ پاتے۔ العیاذ باللہ۔ یہ ایسی بات ہے جس سے قرآن کریم کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

جب یہ فیصلہ ہو گیا کہ قرآن حکیم صرف ان کے عقیدۂ قتل وصلب ہی کے خلاف ہے، نیز مسئلہ کفارہ کی بھی نفی کرتا ہے، رہا ان کا عقیدہ رفع جسمانی تو اسے قرآن بھی ثابت کرتا ہے اور ان کی موافقت کرتا ہے۔ نعوذ باللہ! اگر معاملہ نفس الامر میں ایسا نہ ہوتا (یعنی رفعِ جسمانی نہ ہوا ہوتا) تو ان آیتوں کے ذریعہ (جو کہ ان کی بابت نازل ہوئیں) ان کو ہمیشہ ہمیش کے لئے گمراہ کرنا ہوتا؛ کیوں کہ قرآن بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ نازل ہوا، جس کے وہ پہلے سے قائل تھے، بلکہ مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنا ہوتا، جن کے دین میں سرے سے ایسا کوئی عقیدہ ہی نہ تھا، اب جب کہ مسلمانوں نے جو کہ نصاری کے اصل دین کے مخالف ہیں، اس عقیدے میں ان کی موافقت کی اور اس پر اجماع بلافصل کیا، بلکہ اہل کتاب کے ان علماء نے بھی موافقت کی جو اسلام میں داخل ہوئے جیسے: عبداللہؓ بن سلام، کعب الاحبارؒ اور وہب بن منبہؒ ان تینوں حضرات سے حضرت عیسیٰؑ کی حیات کی بابت، کتب حدیث میں آثار بھی منقول ہیں۔ دیکھئے: ''درمنثور'' اور ''جامع ترمذی'' وغیرہما۔ ان آیات وآثار کو ان کے معنی اصلی سے وہی پھیر سکتا ہے، جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو اور وہ کافروں میں سے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے چاروں وعدوں کی ترتیب فصاحت وبلاغت کی آئینہ دار ہے:

جب رفع کے معنی متعین ہو گئے، تو یہ بات راجح ہو گئی کہ ''توفی'' بہ معنی ''دربارِ الٰہی میں فی الحال پورا پورا لے لینا ہے'' اگرچہ فی المآل اس کی انتہا موت ہی ہے۔ ''البحر المحیط'' میں ہے کہ ان چاروں باتوں (۱- اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ - ۲- وَرَافِعُكَ اِلَیَّ - ۳- وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا - ۴- وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ) کی ترتیب انتہائی فصاحت وبلاغت کی آئینہ دار ہے بایں طور کہ اولاً: تو اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کو اس بات کی خبر دی کہ میں آپ کو پورا پورا لینے والا ہوں (پس آپ دشمنوں سے گھبرایئے نہیں) ان کو آپ پر غلبہ وقدرت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ یہ آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔

(سوال ہوتا ہے کہ بچانے کی کیا شکل ہوگی؟ بہ ظاہر کوئی سامان نظر نہیں آتا، اس کے جواب میں) ثانیاً: آپ کو رفع الی السماء، ملائکہ کے ساتھ سکونت اور وہاں ایک طویل زمانے تک اپنے رب کی عبادت کرنے کی خوش خبری دی جاتی ہے (یعنی فی الحال بچانے کی شکل یہ ہے کہ میں آپ کو بجسدہ آسمان پر اٹھا لیتا ہوں، جس کی وجہ سے یہ دشمن آپ کا کچھ نہیں کر پائیں گے)۔

ثالثاً: رفع الی السماء کی وجہ سے کفار کے ناپاک ہاتھوں سے ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ و پاک رہنے کی خبر دی۔ یہ بشارت رفع سے لیکر قرب قیامت میں نزول فرمانے تک، پورے زمانے کو شامل ہے۔ آپؑ کی

بابت یہ انتہائی عظیم بشارت ہے کہ آپ دشمنوں سے ابتداء میں بھی محفوظ رہیں گے اور آخر میں بھی (کبھی بھی دشمن آپ پر غلبہ نہیں پا ئیں گے) چوں کہ رفع اور توفی دونوں ایک ہی زمانے کے ساتھ خاص ہیں، تو قرآن کریم نے اولاً انہی کو بیان کیا، جب کہ تطہیر ہر زمانے کو شامل ہے، اس لئے اس کے ذکر کو ان دونوں سے مؤخر کیا، ان تینوں بشارتوں کے بعد [جو کہ آپؑ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہیں] آپ کے متبعین کی برتری اور ہر منکر پر فوقیت وغلبہ کی خوش خبری دی گئی، تا کہ اس سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور دل کو سرور حاصل ہو (جیسا کہ اولاد و وارثین وغیرہ کی خوش حالی سن کر انسان کو مسرت ہوتی ہے) چوں کہ یہ چوتھی بشارت یعنی منکرین پر آپ کے متبعین کی بلندی وغلبہ، متبعین کے اوصاف میں سے تھی، لہٰذا اس کو ان تینوں اوصاف سے مؤخر ذکر کیا، جو کہ آپ کی ذات بابرکات سے تعلق رکھتے تھے؛ اس لئے کہ ذاتی اوصاف سے ابتداء زیادہ اہم ہے۔ اس کے بعد بہ طور خوش خبری اس وصف رابع کو بیان کیا، جو دنیا میں متبعین کی بابت ہے، تا کہ آپ کو کامل سکون وسرور حاصل ہو جائے، ان انعامات واکرامات سے جو آپ کو اور آپ کے متبعین کو عطا ہوئے (انتہی)

(صاحب بحر نے ان چاروں وعدوں کی ترتیب ذکری کی بابت جس نکتے کو بیان کیا) اس کے تئیں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ علوم قرآنی میں سے ہے اور ان علوم وہبیہ میں سے ہے، جو علمائے اسلام کو ملک علّام کی جانب سے عطا ہوئے ہیں۔ بات ہے تو صرف یہی ہے ورنہ پھر کچھ بھی نہیں ہے۔ عود الی المقصود:

اس کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جسے یہ بد بخت (قادیانی) گڑھتا اور علم وایمان سے محروم اپنے بد قسمت متبعین کے سامنے ڈینگیں مارتا ہے؛ چناں چہ یہ لعین اپنی کتاب ''ازالۃ الاوہام'' وغیرہ میں اس طرف گیا ہے کہ (''اِنِّیْ رَافِعُكَ اِلَیَّ'') سے مراد آپؑ کی روح کو مقعد صدق پر اٹھانا اور آسمان پر ٹھکانا دینا ہے، جیسا کہ ''حمامۃ البشریٰ'' میں لکھا ہے، جسے اس نے طرابلسی مذکور کی کتاب-ص:۳۵ سے نقل کیا ہے۔

اس کے جواب میں علمائے اسلام نے یہ کہتے ہوئے اس کے منہ میں تالا لگا دیا کہ: وہ چیز جسے یہود نے قتل کرنے اور سولی دینے کا ارادہ کیا تھا، وہ آپؑ کا جسم اطہر ہی تھا (نہ کہ روح)۔ اس لیے رفع بھی اسی کا ہوا۔ یہ بد بخت پھر یہ کہنے لگا کہ: رفع سے مراد رفع درجہ ہے، جسے اس کے متبعین منہ پھاڑ پھاڑ کر رفعِ روحانی سے تعبیر کرتے ہیں اور پہلے قول کو رفع روح سے۔

اس کمینے نے اس بات کو اپنے عربی خطوط کے مجموعہ ص:۱۶۵ کے حاشیے میں بھی ذکر کیا ہے۔ افسوس یہ بد بخت خود ہی اپنی بات کو اور اس کے انجام کو نہیں سمجھتا اور پاگلوں کی طرح الٹی سیدھی باتیں بکتا رہتا ہے؛ چناں چہ علمائے اسلام نے اس کے جبڑے کو کاٹ دیا اور اس کی خباثتوں کو ختم کر دیا۔ یہی اس افتراء پردازی کا صحیح بدلہ بھی ہے۔ کیوں کہ بالا جماع رفعِ درجہ مقربین کا نصیبا ہے ہی، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

"يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ"(مجادلہ:۱۱)

(اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور [ایمان والوں میں] ان لوگوں کے [اور زیادہ] جن کو علم [دین] عطا ہوا ہے [اخروی] درجے بلند کردے گا)

(پس رفع درجات میں آپؑ ہی کی کیا خصوصیت ہے؟) جسے اس انتہائی اہم اور نازک موقع پر، جب کہ دشمنوں کے نرغے میں تھے اور وہ آپ کے قتل کے درپے تھے، ذکر کیا جاتا؟ اگر آپ کے لئے اس میں تسلی کا کوئی سامان تھا تو رفعِ جسمانی ہی کی صورت میں ہے، جیسا کہ علمائے اسلام کا عقیدہ ہے۔

جب ''توفی'' اس کے نزدیک بہ معنی موت ہے اور ''رفع'' بہ معنی رفع درجہ، تو سارے کے سارے الفاظ مقربین کے تئیں مطابق عادت ہی رہے اور عبارت قرآنی کسی نئے فائدے سے خالی رہی، اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ کو تو اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہ تھا۔ اگرچہ سولی بھی دے دی گئی ہوتی - العیاذ باللہ- کہ اللہ رب العزت کے نزدیک آپ بلند مرتبے والے اور مقربین میں سے ہیں اور رفع درجات ہر حال میں حاصل ہے، نیز اگر یہاں رفع درجہ ہی مقصود تھا تو ضروری تھا کہ اسی کو مقدم کیا جاتا، کیوں کہ یہی جزءِ مقصود تھا، نیز اس لئے بھی اس کی تقدیم ضروری تھی کہ اس ملعون کے زعم باطل کے مطابق یہ جملہ دشمنوں کے اس قول کا رد ہے کہ آپ کو موت لعنت ہوئی۔ یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ (کہ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کو موت لعنت نہیں ہوگی) جب کہ آپؑ کو مصیبت اخرویہ سے حفاظت وسلامتی کا علم پہلے سے تھا، چناں چہ آپ نے ماں کی گود ہی میں بہ حکم خداوندی فرمادیا تھا:

''وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا''(مریم:۳۳)

(اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہوکر)

نیز اگر رفع سے رفع درجہ مراد ہو تو آپؑ کے نزول موعود سے ضروری اور بدیہی طور پر رفع درجہ کی ضد یعنی درجات سے نزول مراد ہوگا، (حالانکہ کسی نبی ورسول کی بابت ایسا خیال گمراہی وضلالت ہے) اللہ بچائے ایسی غلط سوچ، نفس کی کجی اور دین کی گمراہی سے۔

رہی یہ بات جو یہ بدنصیب چکی کے گدھے کی طرح دانت پیس پیس کر کہتا ہے کہ: ''جس کو سولی دی گئی، وہ بہ حکم تورات ملعون ہے۔ (سولی دینے سے) یہود کا مقصد بھی یہی تھا (کہ آپ ملعون ہوجائیں) مگر اللہ رب العزت نے سورۂ نساء میں "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" فرماکر) اس کی تردید کردی (کہ تم کہتے ہو کہ عیسیٰ ملعون ہیں، یہ بالکل غلط ہے؛ بلکہ انھیں رفع درجہ حاصل ہے'') [انتہی]۔

سو علمائے اسلام نے تورات کی عبارتوں کو نقل کرکے اسے رسوا کردیا اور یہ ثابت کردیا کہ تورات میں اسی مصلوب کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو اپنے کسی جرم کی وجہ سے مستحق لعنت ہوا ہو، پھر بہ حکم تورات اس کو

سولی دی گئی ہے۔ نہ کہ اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، جسے ظلماً سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا گیا ہو، ایسی بات تو کسی بھی دینِ سماوی میں ممکن ہی نہیں (کہ ہر مصلوب ملعون ہے، خواہ اس نے کوئی جرم نہ کیا ہو)۔ رہی قرآن کی غرض تو وہ سرے سے واقعے ہی کی نفی کرنا اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے، نہ کہ کسی زعم فاسد (کو تسلیم کرتے ہوئے اور اس) کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے نتیجہ مرتب ہونے کا انکار، چناں چہ اس نے منشائے شبہ کی جڑ ہی اکھاڑ دی، لیکن یہ بد بخت گمراہی و بے دینی پر چلتا رہا اور ایمان کی طرف راہ نہ پا سکا۔ (چناں چہ یہود کی ہاں میں ہاں ملا کر صرف نتیجہ - یعنی موت لعنت - کا منکر ہوا)۔ العیاذ باللہ۔ {وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا}

اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو نجس اور گندہ قرار دیا اور آپ کی ان سے نجات دہی کو پاک کرنا، جو رفع جسمانی ہی سے ہو سکتا ہے، کیوں کہ کفار کے پنجوں سے اللہ تعالیٰ کا آپ کو بچانا، آپ کی ذات اور جسم کی حفاظت کے بغیر ممکن ہی نہیں، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی حفاظت و صیانت کی بابت اللہ رب العزت کا طریقۂ کار رہا ہے، نیز یہی سلف سے منقول بھی ہے، چنانچہ ''در منثور'' (ج: ۲، ص: ۶۴، ۶۵) میں ہے کہ: ''ابن جریر اور ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں کہ حسنؒ ارشاد باری: "وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" کی تفسیر ''طہرہ من الیہود والنصاری والمجوس ومن کفار قومہ'' سے کرتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہود، نصاری، مجوس اور آپ کی قوم کے کفار سے پاک کیا)۔

نیز در منثور ہی میں مذکورہ روایت سے تھوڑا پہلے بہ حوالہ اسحاق بن بشر و ابن عسا کر حضرت حسنؒ سے ان الفاظ کے ساتھ اس کی تفسیر ہے "ومخلصك من اليهود فلا يصلون الى قتلك" (میں آپ کو یہود سے بچا لوں گا، لہذا وہ آپ کو قتل نہ کر سکیں گے) اور بہ حوالہ ابن جریر، محمد بن جعفر بن الزبیر سے شان نزول کی بابت منقول ہے "اذهموا منك بما هموا" (کہ یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی، جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے تئیں برا ارادہ کیا۔ یعنی آپ کے قتل کے درپے ہوئے، تو آپ کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ گھبرائیے نہیں، میں آپ کو ان سے بچا لوں گا اور چھٹکارا دے دوں گا) دیگر مفسرین سے بھی اس آیت کی بابت ایسی ہی باتیں منقول ہیں۔

اس جاہل کا کہنا ہے [غالباً انجیل برناباس سے اس نے یہ قول لیا ہے، اس لیے کہ یہ بات اس میں مجھے ملی] ''کہ: اس آیت کی بابت مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، میرے نزدیک آیت کی مراد آپ اور آپ کی والدہ کی بہ زبان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، یہود کی تہمتوں اور الزام تراشیوں سے، برأت و پاکی کا اظہار ہے''۔ علمائے اسلام نے اس کے اس قول کی تردید بایں طور فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں محض حضرت عیسیٰ کی اس بات کے ناقل ہیں، جو انہوں نے اپنی اور اپنی والدہ صدیقہ

کی پاکی و برأت کی بابت شیر خوارگی کی عمر میں فرمائی تھی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں الفاظ کو نقل بھی کر رہے ہیں (جو حضرت عیسی نے فرمائے تھے، نہ کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات فرما رہے ہیں) اور ان الزامات سے برأت اس سے پیشتر ''تکلم فی المہد'' سے ہو چکی ہے (اور جو امر پہلے گذر چکا ہو اس کا آئندہ وعدہ نہیں ہوسکتا) حالاں کہ یہاں وعدہ کیا جارہا ہے، جو من جانب اللہ عنقریب واقع ہوگا۔ (اور وہ جسم ہی کی حفاظت وصیانت کی بابت ہوسکتا ہے، ورنہ) بعد موت تہمتوں سے برأت کے کیا معنی؟ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لألفينَّكَ بعد الموت تندبني * و في حياتي ما زودتني زادي

(میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مرنے کے بعد تو مجھ پر روئے، جب کہ زندگی میں تو مجھے میرے حصہ کا توشہ بھی نہیں دیا۔)

(یعنی جب زندگی میں اچھا برتاؤ نہیں تھا تو مرنے کے بعد رونے سے کیا فائدہ؟ اسی طرح دشمنوں کے حملے کے وقت اگر عیسی علیہ السلام کی حفاظت نہیں کی گئی، بلکہ بہ قول قادیانی دشمنوں نے آپ کو زدوکوب کیا، میخیں ٹھوکیں اور طرح طرح سے ستایا، ان سب مصیبتوں سے گزرنے اور وفات پا جانے کے بعد برأت کا اعلان کیا گیا۔ تو سوال یہ ہے کہ ایسی برأت کس کام کی اور اس برأت سے کیا فائدہ؟)۔

حاصل کلام یہ کہ ''توفی'' کا نتیجہ ''تسلم'' (قبضہ کرنا اور پورا کا پورا لے لینا) اور ''رفع الی السماء'' کا نتیجہ ''دشمنوں سے پاک کرنا'' ہے۔ پس اس سے دوبارہ یہ ثابت ہو گیا کہ رفع سے مراد رفع جسمانی ہی ہے، نیز احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ان رهطاً من اليهود سبوه وامه فدعا عليهم فمسخهم قردة وخنازير، فاجتمعت اليهود على قتله، فاخبره الله بأنه يرفعه الى السماء، ويطهره من صحبة اليهود"

(کہ یہود کی ایک جماعت نے عیسی علیہ السلام اور آپ کی والدہ مطہرہ کو سب وشتم کیا، اس پر آپ نے بد عا کردی، تو وہ مسخ ہو کر بندر وخنزیر بن گئے، جس کی وجہ سے یہود آپ کو (معاذ اللہ!) قتل کرنے کے لئے جمع ہو گئے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی کہ (آپ گھبرائیے نہیں) میں آپ کو آسمان پر اٹھالوں گا اور ان کی صحبت سے پاک کردوں گا)۔

نسائی وغیرہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے کما ذکرہ فی ''السراج المنیر''۔ لہذا قادیانی کی بکواس کا مقصد سوائے انوکھی باتوں کے بیان کرنے اور سلف کے طریقے سے ہٹنے کے کچھ نہیں ہے، موسی علیہ السلام کی یہود کی اتہام طرازی سے برأت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا، وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهاً"۔ [احزاب:٦٩]

(اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بری ثابت کردیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز پیغمبر تھے)۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کی وجاہت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا: "وَجِيهاً فِي الدُّنياَ وَالآخرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ" [آل عمران، ۴۵]

(عیسیٰ باآبرو ہوں گے [خدا کے نزدیک] دنیا میں [بھی کہ ان کو نبوت عطا ہوگی] اور آخرت میں بھی کہ اپنی امت کے مؤمنین کے باب میں مقبول الشفاعت ہوں گے اور منجملہ مقربین [عنداللہ] ہوں گے)

جب کہ یہ بات واضح ہے کہ مصلوبیت ومقتولیت اس عالم دنیوی میں ذلت ورسوائی کا سبب ہے، جو منافی وجاہت ہے، چوں کہ آپ کو "وجيهاً فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" سے موصوف کیا گیا، اس لیے آپ مصلوب نہیں ہو سکتے۔ یہی آیت کریمہ: "وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ عَنْكَ" [مائدہ، ١١٠]

(اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے)۔ سے بھی مراد ہے۔ آیت کریمہ "وَإِذْ كَفَفْتُ ...الآية"، "وَجِيهاً فِي الدُّنْيَا ...الآية" کی جگہ پر اور "وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ... الآية" کے عوض کے طور پر وارد ہوئی ہے، گویا "وَإِذْ كَفَفْتُ ... الآية" کی جو مراد ہے، وہی "وجِيهاً فِي الدُّنْيَا... الآية" اور "وَمُطَهِّرُكَ ...الآية" کا بھی مفہوم ہے۔ سرسید احمد خاں نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ بالکل لغو بے معنی بات ہے۔ "کف" اور "تطہیر" میں آپ کی نجات دہی بہ تمام وکمال موجود ہے، اسی وجہ سے "واذ نجيتك عنهم" نہیں کہا گیا، پس "تطہیر" اور "کف" کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اپنے ہاتھ بھی آپ کو نہیں لگا سکتے (مارنے اور قتل کرنے کی بات تو دور) نہ کہ جیسا اس بدبخت کا زعم ہے کہ انہوں نے سوائے موت ہر طرح کی آپ کو اذیت دی، سولی پر لٹکایا اور بے عزت کیا، یہ تو العیاذ باللہ! یہود ونصاریٰ کی اتباع میں قرآن کریم کو پس پشت ڈال دینا ہے۔

یہ جو میں نے کہا کہ: ان سب باتوں کو اس نے نصاریٰ سے چرایا ہے اور اسلام، مسلمان نیز قرآن مبین کی واضح نصوص کو پس پشت ڈال کر اسلام کے قلادے کو گردن سے نکال کر پھینک دیا اور گمراہ وبرباد ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں اس بات پر بھی دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس واقعہ (مکر یہود) کے بعد زمین پر باقی نہیں رکھا (بلکہ آسمان پر زندہ اٹھالیا) کیوں کہ بنی اسرائیل اولاد انبیاء سے تھے، نیز مسلمان بھی تھے، وہ کافر تو اس وقت ہوئے جب انہوں نے حضرت عیسیٰ کی رسالت ونبوت کا انکار کیا، پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان آپ کو رکھنا پسند نہ کیا اور نہ ہی ارض مقدس میں (جو کہ سرزمین انبیاء ہے) تو دوسرے بت پرستوں کیساتھ (کفرستان میں) آپ کو کیوں کر رکھ سکتا تھا، جیسا کہ اس بے دین قادیانی کا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام کشمیر میں مدفون ہیں، یہ ایک خیالی اور فرضی وسوسہ ہے، جس کی عقل ونقل میں کوئی اصل نہیں۔

آیت کریمہ کا مدلول عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفار کے رہن سہن اور معمولی تعلقات کی بھی نفی کرنا ہے (نہ کہ ہمیشہ ہمیش کے لیے کفرستان میں مدفون ہونے کو ثابت کرنا) فخذل ذٰلك المفتری واخزاہ، ولا حول ولا قوۃ الا باﷲ۔ {وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ ...الآیۃ}

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ متبعین سے مراد اولاً ہدایت یافتہ نصاری ہیں، ثانیاً مسلمان اور اتباع سے مراد اتباع صحیح ہے (یعنی ان کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلنا) نہ کہ فقط دعوائے محبت، ظاہری اتباع اور ادعائے اتباع۔ اس بابت شوکانیؒ کا ایک مستقل رسالہ بھی ہے، جس کا خلاصہ ''فتح البیان'' میں موجود ہے، انھوں نے اتباع کو عام رکھا ہے، خواہ اتباع حقیقی ہو، یا صوری جیسا کہ نصاری کی اتباع۔ وہ فرماتے ہیں کہ نصاری، کے اس عموم کے تحت داخل ہوجانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دین صحیح پر کسی درجے میں قائم ہیں، بلکہ وہ سب کے سب آخرت میں ہلاک و برباد ہونے والے ہیں، اسی وجہ سے اس آیت کریمہ کے بعد ارشاد باری ہے: ''ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً شَدِيْداً فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝''۔ (آل عمران: ۵۵-۵۷)

[پھر (جب قیامت آجائیگی اس وقت) میری طرف ہوگی سب کی واپسی، سو میں (اس وقت) تمہارے (سب کے) درمیان (عملی) فیصلہ کردوں گا، ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے (من جملہ ان امور کے مقدمہ ہے عیسی علیہ السلام کا) تفصیل (فیصلہ کی) یہ ہے کہ: جو لوگ (ان اختلاف کرنے والوں میں) کافر تھے، سو ان کو (ان کے کفر پر) سخت سزا دوں گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں کا کوئی حامی نہ ہوگا اور جو لوگ مومن تھے اور انھوں نے نیک کام کئے تھے، سو ان کو اللہ تعالیٰ ان کے (ایمان اور نیک کاموں کے) ثواب دیں گے اور (کفار کو سزا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالی محبت نہیں رکھتے (ایسے) ظلم کرنے والوں سے (جو خدا تعالی یا پیغمبروں کے منکر ہوں)

واضح رہے کہ اسم ضمیر لوٹاتے ہوئے: ''وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَهُمْ'' نہیں فرمایا (بلکہ ''فوق الذين كفروا'' فرمایا) اس لئے کہ یہ کفار جو ترک اتباع کی وجہ سے کافر ہو گئے ہیں۔ ان کفار کے علاوہ ہیں جنھوں نے سرے سے اتباع ہی نہیں کی، اور ان کفار میں سے بہت سے گزر چکے اور بہت سے قیامت تک آنے والے ہیں۔ (۱)

حوالہ جات (۱) حیات ابن مریم ترجمہ عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسی علیہ السلام ص: ۱۹۷-۲۰۷۔

......✦......

رمضان کا احترام اور ہماری کوتاہیاں

مولانا امدادالحق بختیار قاسمی

استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد

اللہ نے اس کائنات میں جتنی مخلوقات پیدا کی ہیں، ان میں سب سے افضل واشرف انسان کو بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ انسان سے بہت محبت رکھتا ہے، وقفہ وقفہ سے ایسے مواقع انسان کو دیتا ہے، جس سے یہ اللہ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو سکے، اس کی رحمتوں کو سمیٹ سکے اور نعمتوں کا مستحق ہو سکے، اپنی کوتاہیوں کو معاف کرا سکے اور اپنے نامہ اعمال کو پاک وصاف کرا سکے، رمضان المبارک کا مہینہ ان تمام مواقع میں سب سے اعلی حیثیت رکھتا ہے، صرف اس ایک مہینہ میں اللہ تعالی مختلف انداز سے رحمتوں کی برسات کرتا ہے، کبھی سحر کے ثواب کے اعتبار سے، تو کبھی افطار کی فضیلت کے نام پر، کبھی روزوں کے انعام کی شکل میں، تو کبھی تراویح کے اجر کے طور پر، کبھی فرائض کا ثواب ستر گنا بڑھا کر، تو کبھی نوافل کو فرائض کی حیثیت عطا کر کے، کبھی سحر وافطار کے وقت دعا کی قبولیت کا مژدہ سنا کر، تو کبھی ہزاروں کی تعداد میں جہنم سے رہائی کا پروانہ تھما کر، اللہ تعالیٰ کے یہاں رمضان کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگانا مشکل نہ ہوگا کہ اس نے اپنے کلام کے نزول کے لیے اسی ماہ کا انتخاب کیا، اس مہینہ کے انتظار میں ایک سال قبل سے ہی جنت کو آنے والے رمضان کے استقبال میں سجانا شروع کر دیا جاتا ہے، نیز اس ماہ کی خوشی اور شادیانے کے طور پر جنت اپنے تمام دروازوں کے ساتھ کھول دی جاتی ہے۔ جب یہ مہینہ آتا ہے تو نہ صرف زمین پر رہنے والے انسانوں کے ماحول میں ایک خوش گوار تبدیلی واقع ہوتی ہے؛ بلکہ آسمان پر بھی اہتمام واحترام اور خوشی ومسرت کا عالم ہوتا ہے، فرشتوں اور جنت کے مکینوں کے درمیان اس مبارک مہینہ کی وجہ سے خوشیوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اس مقدس اور بابرکت مہینہ کے پیش نظر سرکش شیاطین کو قید کر لیا جاتا ہے، اسی ماہ کی تیاری کے طور پر جہنم کے تمام دروازے پورے مہینہ کے لیے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح ایک پاک وصاف ماحول انسان کو فراہم کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ اس ایک مہینہ میں اپنے مقصد کے حوالے سے ان سب کی تلافی کر سکے، جو گیارہ مہینہ میں چھوٹ گئیں ہیں، وہ سب

حاصل کر سکے جو وہ چاہتا ہے، اپنے بنانے والے کی بارگاہ اور اس کی نظروں میں قربت کا مقام بلند حاصل کر سکے اور دنیا میں آنے کے اپنے مقصد کو بڑی حد تک حاصل کر سکے۔

رسول اللہ کے یہاں رمضان کا اہتمام اور احترام

رمضان المبارک کا مہینہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کے یہاں اس کے استقبال کی تیاریاں اس طرح ہوتیں کہ آپ شعبان کے تقریباً پورے مہینہ کے روزے رکھتے؛ تاکہ رمضان کے روزوں کا لطف زیادہ سے زیادہ حاصل ہو، آپ ﷺ صحابہ کو خوش خبری سناتے کہ ایک مبارک مہینہ آنے والا ہے، پھر اس کے فضائل ومناقب بیان فرماتے، اس کے فوائد ومنافع سے آگاہ فرماتے، اس میں غفلت اور سستی نہ برتنے کی وصیت فرماتے، اس سے محروم رہنے والے لوگوں پر افسوس کا اظہار فرماتے۔خود کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کی تلاوت میں اضافہ ہوجاتا؛حتی کہ جبرئیل امین کے ساتھ قرآن کا دور ہوتا، آپ کی نمازوں کی کیفیت بدل جاتی، آپ کی سخاوت ہوا کی رفتار سے چلتی اور دریا کی رفتار سے بہتی، کبھی پورے مہینہ کے لیے مسجد میں معتکف ہوجاتے، کبھی بیس (20) دن کے لیے، اخیر عشرہ کا اعتکاف تو آپ نے پوری زندگی بڑے اہتمام سے کیا ہے۔رمضان المبارک میں آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا، زیادہ سے زیادہ عبادت، تلاوت اور دوسرے کارِ خیر کی فکر ہمیشہ آپ کے قلب ودماغ پر چھائی رہتی، دعاؤں کا اہتمام بڑھ جاتا، راحت وآرام اور بستر کو الوداع کہہ دیا جاتا۔آپ ﷺ کا رمضان عبادت وریاضت کا ایک مثالی مہینہ ہوتا تھا۔

رحمتوں کی خدائی بارش اور شیطانی چھتریاں

ایک طرف تو رمضان کا یہ اہتمام واحترام اللہ اور اس کے رسول کے یہاں ہمیں ملتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر گھڑی اہم ہے، ہر ساعت قیمتی ہے، الگ الگ نام اور انداز سے اللہ کی رحمتیں دنیا والوں پر نازل ہوتی ہیں، ہر لمحہ ایسا ہے، جس کا بے صبری سے انتظار کیا جانا چاہیے اور بھرپور طور پر اس میں موجود بشارتوں اور انعامات کو حاصل کرنے کی جان توڑ کوشش کرنی چاہیے، حتی کہ انسانوں میں اس تعلق سے مسابقے کا جذبہ ہونا چاہیے، ایک دوسرے سے آگے نکل کر زیادہ سے زیادہ اور اچھی سے اچھی عبادت کرنے کے جذبات ہونے چاہیے؛ لیکن افسوس کہ سوائے ایک چھوٹی سی جماعت کے اکثر لوگ نہ صرف یہ کہ ان قیمتی اوقات سے غافل رہتے ہیں؛ بلکہ بعض تو ایسے مبارک لمحات میں بھی نفس اور نفسانی خواہشات کی قید وبند میں جکڑے رہتے ہیں، اپنے آس پاس ایسا ماحول بناتے ہیں کہ کوئی نیکی، کوئی سعادت مندی

اور کوئی ثواب ان تک پہنچ بھی نہ سکے؛ چنانچہ وہ رمضان المبارک میں بھی اپنی بری عادتوں اور اپنے غلط معمول سے باز نہیں آتے، گویا ان کا شیطانی نفس اللہ تعالی کی رحمتوں کے آگے اپنی نفسانی اور شیطانی چھتری تان کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ کہیں کوئی رحمت اس پر پڑ نہ جائے۔ معاذ اللہ!

موبائل اور ٹی وی کا اثر رمضان پر

چنانچہ مرد و خواتین، نوجوان بچے اور بچیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو رمضان کے مقدس اوقات بھی ٹی وی یا موبائل کی نذر کر دیتے ہیں، اسلامی نام کے بہت سے چینل خاص رمضان میں شروع ہوتے ہیں، جن پر رمضان کی مناسبت سے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں، ایک اچھی خاصی تعداد ایسے پروگرام بھی دیکھتی ہے، نیز بعض تو سیریل کی زنجیر میں ایسے پھنسے رہتے ہیں کہ ایک کے بعد دوسرے اپی سوڈ (Episode) کو دیکھنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں، نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں بھی موبائل کی لت ان سے نہیں چھوٹتی، وہ کبھی فیس بک پر رہتے ہیں، کبھی واٹس ایپ میں، کبھی ٹویٹر پر، تو کبھی انسٹا گرام پر، نیز کبھی ویڈیو گیم کھیلنے، تو کبھی ریل کا مشاہدہ کرنے میں وقت گزارتے ہیں، اس طرح وہ رمضان کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے سعادت اور نیکی کے اپنے حصہ میں بد بختی، بدنصیبی اور محرومی جمع کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں، جنہیں بھوک کی شدت کے سوا روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 121)

رمضان پر تجارت کا اثر

ہمارے بہت سے مسلمان تاجر ایسے ہیں، جن کی تجارت رمضان المبارک میں بہت چلتی ہے، جیسے کپڑے والے، جوتے چپل والے، فروٹ والے اور درزی وغیرہ، حتی کہ بعض کے لیے تو یہ سالانہ سیزن ہوتا ہے، وہ اپنی سالانہ آمدنی کا بڑا حصہ اسی مہینہ میں کماتے ہیں؛ لہٰذا ان کی توجہ رمضان کی عبادتوں سے زیادہ اپنی تجارت کے فروغ اور زیادہ سے زیادہ تجارت کرنے پر رہتی ہے، حتی کہ بعض تو ایسے بھی ہیں، جو اپنے کاروبار کے چکر میں تراویح نہیں پڑھتے، بعض نوافل کا اہتمام نہیں کرتے، بعض قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتے یا بہت معمولی کرتے ہیں اور بعض تو ایسے ہیں کہ وہ روزہ سے بھی محروم رہ جاتے ہیں، اللہ اکبر! یہ کیسی محرومی کی بات ہے کہ رمضان جیسا متبرک مہینہ ایک مسلمان بغیر روزے کے گزارے! آخر ایک ایمان والا اس کی ہمت کیسے کر سکتا ہے!

یہ انتہاء درجے کی بدنصیبی اور محرومی ہے، یہ رمضان المبارک کی بے احترامی اور بے وقعتی ہے، یہ اللہ کے انعام کو ٹھکرانا اور اس سے منہ موڑنا ہے، بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اپنے لیے اور اہل وعیال کے لیے روزی کمانا بھی شرعی فریضہ ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے؛ لیکن نماز چھوڑ کر، روزے چھوڑ کر اور اللہ تعالی کے احکام کو توڑ کر جو روزی کمائی جائے گی، وہ پیٹ کی بھوک کو تو راحت پہنچا سکتی ہے؛ لیکن دل ودماغ کی تسکین کا باعث نہیں بن سکتی، ایسی تجارت روزی کے ساتھ ساتھ نحوست بھی لائے گی، اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی تو یہ صفت بیان کی ہے: رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَ إِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ۔

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں، جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے سے، زکات دینے سے غافل رکھتی ہے، وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں، جس میں دل اور نگاہیں پلٹ جائیں گی۔ (سورۃ النور:37)

بلکہ اللہ کے بندے تو ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں کبھی گھاٹا نہیں ہوتا اور وہ تجارت درج ذیل ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَ عَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ۔

ترجمہ: یقینا جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، پوشیدہ اور علانیہ طور پر ہمارے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں، جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا؛ تاکہ اللہ تعالی ان کو پورا پورا اجر دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے؛ یقینا وہ بڑا بخشنے والا اور قدردان ہے۔ (سورۃ الفاطر:29-30)

یقینا دنیا داروں کے لیے بھی رمضان کا مہینہ ایک سیزن ہے، پیسے کمانے، مال بڑھانے اور دنیا جمع کرنے کا بہترین موقع ہے اور اللہ کے نیک اور باتوفیق بندوں کے لیے بھی یہ مہینہ ایک سیزن اور نیکیوں کا موسم بہار ہے، جس میں وہ نیکیوں کا انبار جمع کرتے ہیں، تلاوت، تراویح، روزہ اور دیگر عبادات میں اپنی محنت ومشقت اور اپنا وقت خرچ کرکے ایسی تجارت کرتے ہیں، جس میں تاجر ہمیشہ سرخ رو ہوتا ہے اور بڑے فائدہ کا حق دار بن جاتا ہے۔ ایک دنیا کے لیے تجارت ہے اور ایک آخرت کے لیے ہے، دونوں کو نفع ہوتا ہے؛ لیکن دونوں میں زمین وآسمان جیسا فرق ہے، جسے اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان کردیا ہے:

الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا۔

ترجمہ: مال واولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور جو نیکیاں ہمیشہ رہنے والی ہیں، آپ کے رب کے نزدیک ان کا ثواب بھی بہتر ہوگا اور ان کے ساتھ وابستہ توقع (اور اس کا نتیجہ) بھی اچھا ہوگا۔ (سورۃ الکہف: 26)

جو لوگ روزے نہیں رکھتے وہ کس درجہ محروم اور بدنصیب ہیں، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں اپنا دشمن قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی وعید ہے:

ثلاثٌ مَنْ حَفِظَهُنّ فَهُوَ وَلِيّ حَقاً، ومَنْ ضَيّعَهُنّ عَدُوّيْ حَقًا: الصّلاةُ وَالصِّيَامُ وَالْجَنَابَةُ۔

ترجمہ: تین چیزوں کی حفاظت جس نے کی، وہ واقعتا میرا دوست ہے۔ اور جس نے انھیں ضائع کیا، وہ درحقیقت میرا دشمن ہے: نماز، روزہ اور جنابت۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر: 8961)

بازار بازی اور رمضان

بہت سے لوگ رمضان جیسے سنہرے موقع کو منظم نہیں کرتے، پہلے سے اس کی تیاری نہیں کرتے، رمضان میں پیش آنے والی ضرورتوں کا پہلے سے انتظام نہیں کرتے، عید کے انتظامات بھی قبل از وقت نہیں کرتے، جس کے نتیجہ میں وہ رمضان المبارک کا بڑا حصہ بازار اور خرید وفروخت میں ضائع کر دیتے ہیں، سحر وافطار کے سامان کے انتظام میں کافی وقت بازار میں گزارتے ہیں اور پھر پندرہ رمضان کے بعد تو مساجد کی رونق ماند پڑ جاتی ہے اور بازار کی چمک دمک اور چہل پہل میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ہماری بعض خواتین تو اخیر عشرہ کی راتیں بازار میں ہی گزارتی ہیں، ان کو شب قدر سے زیادہ نئے ڈیزائن کے کپڑوں اور نئے ماڈل کی سینڈلوں کی تلاش رہتی ہے؛ جب کہ اخیر عشرہ میں اللہ کی رحمت، عنایت، توجہ اور انوار وبرکات کا نزول پہلے سے زیادہ ہونے لگتا ہے اور اس قیمتی عشرہ کو ہمارا معاشرہ بازار بازی کی نذر کر دیتا ہے، اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہے اور ہم بازار کی طرف؛ کتنے افسوس کا مقام ہے! کاش ہمارے اندر عقل اور تمیز ہوتی! رمضان کی مقدس ساعات بدترین جگہ میں ہم گزارتے ہیں؛ چناں چہ بازار کے تعلق سے اللہ کے نبی ﷺ کا مبارک ارشاد ہے:

"أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ أَسْوَاقُهَا"

ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے بدترین جگہ اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔ (صحیح مسلم، باب أحب البلاد إلی اللہ مساجدہا، حدیث نمبر: 671)

رمضان کے نا قدروں کو رسول اللہ ﷺ کی تنبیہ

اس مبارک مہینہ کی ناقدری کرنے والے کو کبھی حضرت جبرئیلؑ نے اس طرح بددعا دی: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، جس پر آپ ﷺ نے آمین کہی، کبھی آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: بدبخت ہے وہ شخص جو اس ماہ مبارک میں بھی باران رحمت سے محروم رہا۔ (کنز العمال، حدیث نمبر:23693)

کہیں آپ نے فرمایا: جس کی رمضان میں مغفرت نہ ہوسکی تو پھر کب ہوگی!

(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر:8963)

رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی جو لوگ گناہوں میں ملوث رہتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ کے نبی کی وعید ہے کہ اگلے ایک سال تک فرشتے ان پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (کنز العمال، حدیث نمبر:23724)

ایک روایت میں اللہ کے نبی کا فرمان ہے: میری امت اس وقت تک ذلیل وخوار نہیں ہوسکتی، جب تک وہ روزوں کا اہتمام کرتی رہے۔ (کنز العمال، حدیث نمبر 23701)

کہیں رمضان کے ناقدروں کے بارے میں رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگ بھوکے پیاسے رہیں۔ یعنی اللہ کے یہاں ان کے اس عمل کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں۔

آخری پیغام لہٰذا رمضان المبارک کے موقع کو ہمیں غنیمت سمجھنا چاہیے، اس کی ایک ایک ساعت اور گھڑی کے ہم قدر کرنے والے بنیں، روزہ، تراویح اور اعتکاف کے ساتھ ساتھ تلاوت اور دیگر عبادتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، اس مقدس مہینہ میں ہر طرح کے گناہ سے پرہیز کرنا بیحد ضروری ہے، اپنے آپ کو رمضان کی مخصوص عبادتوں کے لیے زیادہ سے زیادہ فارغ کر لینا چاہیے، تجارت اور کاروبار میں کم سے کم وقت خرچ کرنا چاہیے، خرید وفروخت بالکل محدود کردینی چاہیے، ٹی وی، موبائل اور بازار میں وقت گزارنے سے بالکل دور رہیں؛ تاکہ رمضان کی رحمتیں، برکتیں اور نیکیاں زیادہ سے زیادہ حاصل کرسکیں۔ اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم رمضان کے محروم لوگوں میں شامل ہوجائیں، بجائے سعادت مندی کے بدبختی ہمارے ہاتھ آئے، بجائے رحمت الٰہی کے فرشتوں کی لعنت ہم پر برسیں اور نہ جانے ان سب کی تلافی کے لیے اگلا رمضان ملے یا نہ ملے!

……◆……

رمضان اور زکوٰۃ

مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی
استاذ جامعہ فاروقیہ، کراچی

رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی انسانوں میں ذہنی، ایمانی اور اعمالی اعتبار سے بہت سی خوش گوار تبدیلیاں واقع ہوتیں ہیں، نہ صرف یہ، بلکہ ہمارے ارد گرد کے معاشرے میں امن وامان، باہمی ہمدردی اور اخوت و بھائی چارگی کی ایک عجیب فضا قائم ہوتی ہے، چنانچہ اسی مہینے میں عام طور پر اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالنے کا دستور ہے، اگر چہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا براہِ راست رمضان المبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ زکوٰۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کا تعلق اس کے متعین نصاب کا مالک بننے سے ہے، لیکن چونکہ رواج ہی یہ بن چکا ہے کہ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کی جاتی ہے؛ اس لیے اس موقع پر مناسب معلوم ہوا کہ اس ماہ میں جہاں رمضان، روزہ اور ان سے متعلق ہر ہر عبادت پر لکھا جاتا ہے اور خوب لکھا جاتا ہے، وہاں اسی مہینے میں "زکوٰۃ" پر بھی لکھا جائے؛ تاکہ اس فریضے کے ادا کرنے والے پوری ذمہ داری سے اپنے اس فریضے کو ادا کریں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہنوں میں رہے کہ ہم معاشرے سے اس فضا کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو اس وقت عمومی طور پر سارے مسلمانوں میں اپنا زور پکڑ چکی ہے کہ زکوٰۃ رمضان میں نکالنی ہے، بلکہ ہم یہ ماحول بنائیں اور اسی کے مطابق دوسروں کی ذہن سازی کریں کہ زکوٰۃ نکالنے والا اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کے وقت کا خیال رکھتے ہوئے اس کے وقت پر زکوٰۃ نکالے، اور اس کے لیے رمضان کا انتظار نہ کرے؛ چنانچہ ذیل میں "زکوٰۃ کن اموال پر واجب ہوتی ہے؟" پر تفصیلاً اور کچھ دیگر مسائل پر اجمالاً روشنی ڈالی جائے گی۔

زکوٰۃ کا معنی ومفہوم

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکی کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں "مخصوص مال میں مخصوص افراد کے لیے مال کی ایک متعین مقدار زکوٰۃ کہتے ہیں۔ (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکوٰۃ: ۱/ ۹۹، دار الکتب العلمیہ)

زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان مال کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، تو اس کا دل مال کی

طرف مائل ہو جاتا ہے، دل کے اس میلان کی وجہ سے مال کو مال کہا جاتا ہے، اور مال کے ساتھ اس مشغولیت کی وجہ سے انسان کئی روحانی واخلاقی بیماریوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، مثلاً: مال کی بے جا محبت، حرص اور بخل وغیرہ۔ ان گناہوں سے حفاظت اور نفس ومال کی پاکی کے لیے زکوٰۃ وصدقات کو مقرر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ زکوٰۃ سے مال میں ظاہری یا معنوی بڑھوتری اور برکت بھی ہوتی ہے، اس وجہ سے بھی زکوٰۃ کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکوٰۃ کی فرضیت

زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس کی فرضیت شریعت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے، جن کا انکار کرنا کفر ہے، ایسا شخص دائرۂ اسلام سے اسی طرح خارج ہو جاتا ہے، جیسے نماز کا انکار کرنے والا شخص اسلام سے نکل جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہوئی جبکہ دوسری طرف بہت سی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی؛ چنانچہ اس بارے میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نفسِ فرضیت تو ہجرت سے پہلے ہوگئی تھی؛ لیکن اس کے تفصیلی احکامات ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔

زکوٰۃ کے فوائد، ثمرات وبرکات

زکوٰۃ اللہ رب العزت کی جانب سے جاری کردہ وجوبی حکم ہے، جس کا پورا کرنا ہر صاحب نصاب مسلم پر ضروری ہے، اس فریضہ کے سرانجام دینے پر انعامات کا ملنا سو فیصد اللہ تعالیٰ کا فضل ہے؛ کیونکہ اس فریضے کی ادائیگی تو ہم پر لازم تھی، اس کے پورا کرنے پر شاباش ملنا اور پھر اس پر بھی مستزاد، انعام کا ملنا (اور پھر انعام، دنیوی بھی اور اُخروی بھی) تو ایک زائد چیز ہے، دوسرے لفظوں میں سمجھیے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس حکم کا پورا کرنا ہر حال میں لازم تھا، چاہے کوئی حوصلہ افزائی کرے یا نہ کرے، کوئی انعام دے یا نہ دے؛ لیکن اس کے باوجود کوئی اس پر انعام بھی دے تو پھر کیا کہنے! اور انعام بھی ایسے کہ جن کے ہم بہر صورت محتاج ہیں، ہماری دنیوی واُخروی بہت بڑی ضرورت ان انعامات سے وابستہ ہے، ذیل میں چند انعامات کا صرف اشارہ نقل کیا جا رہا ہے، تفصیلی مباحث، دیئے گئے حوالہ جات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

(۱) زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مال کو بڑھاتے ہیں۔

(البقرۃ:۲۶۷، صحیح البخاري، کتاب الزکوٰۃ، رقم الحدیث:۱۴۱۰)

(۲) زکوٰۃ کی وجہ سے اجر وثواب سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ (البقرۃ:۱۶۱، تفسیر البیضاوی: البقرۃ:۲۶۱)

(۳) زکوٰۃ کی وجہ سے ملنے والا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں، ہمیشہ باقی رہے گا۔ (الفاطر:۲۹، ۳۰)

(۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے افراد (زکوٰۃ ادا کرنے والوں) کا مقدر بن جاتی ہے۔ (الاعراف: ۱۵۶)

(۵) کامیاب ہونے والوں کی جو صفات قرآنِ پاک میں گنوائی گئیں ہیں، ان میں ایک صفت زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ہے۔ (المؤمنین: ۴)

(۶) زکوٰۃ ادا کرنا ایمان کی دلیل اور علامت ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، رقم الحدیث: ۲۸۰)

(۷) قبر میں زکوٰۃ (اپنے ادا کرنے والے کو) عذاب سے بچاتی ہے۔

(المصنف لابن أبي شیبة، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۱۲۱۸۸، ۷/ ۳۷۴، دار قرطبہ، بیروت)

(۸) ایک حدیث شریف میں جنت کے داخلے کے پانچ اعمال گنوائے گئے ہیں، جن میں سے ایک زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ہے۔ (سنن أبي داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب في المحافظة علی وقت الصلوٰت، رقم الحدیث ۴۲۹، ۱/ ۲۱۴، دار ابن حزم)

(۹) انسان کے مال کی پاکی کا ذریعہ زکوٰۃ ہے۔ (مسند أحمد: مسند أنس بن مالک، رقم الحدیث: ۱۲۳۹۴)

(۱۰) انسان کے گناہوں کی معافی کا بھی ذریعہ ہے۔ (مجمع الزوائد، کتاب الزکوٰۃ، باب فرض الزکوٰہ: ۳/ ۶۳)

(۱۱) زکوٰۃ سے مال کی حفاظت ہوتی ہے۔ (شعب الایمان للبیهقي، کتاب الزکوٰۃ، فصل في من أتاہ اللہ مالا من غیر مسألة، رقم الحدیث: ۳۵۵۷، ۳/ ۲۸۲، دار الکتب العلمیہ)

(۱۲) زکوٰۃ سے مال کا شر ختم ہو جاتا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الزکوٰۃ، باب الدلیل علی أن من أدی فرض اللہ فی الزکوٰۃ، رقم الحدیث: ۷۳۷۹)

اوپر جتنے فضائل ذکر کیے گئے ہیں وہ ہر قسم کی زکوٰۃ سے متعلق ہیں، چاہے وہ ''زکوٰۃ'' سونے چاندی کی ہو، یا تجارتی سامان کی، عشر ہو یا جانوروں کی زکوٰۃ۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدیں

فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی پر جہاں من جانب اللہ انعامات وفوائد ہیں، وہاں اس فریضہ کی ادائیگی میں غفلت برتنے والے کے لیے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں، اور دنیا و آخرت میں ایسے شخص کے اوپر آنے والے وبال کا ذکر بکثرت کیا گیا ہے، ذیل میں ان میں سے کچھ ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اُن کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے اِس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (سورہ توبہ: ۳۴، ۳۵)

(۲) ایسے شخص کے مال کو طوق بنا کے اُس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ (سورہ آل عمران: ۱۸۰)

(۳) ایسا مال آخرت میں اُس کے کسی کام نہ آ سکے گا۔(سورہ البقرہ: ۲۵۴)

(۴) زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا جہنم والے اعمال کا ذریعہ بنتا ہے۔(سورۃ اللیل: ۵ تا ۱۱)

(۵) ایسے شخص کا مال قیامت کے دن ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا، جس کے سر کے بال جھڑ چکے ہوں گے، اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اُس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔(صحیح البخاري، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکوٰۃ، رقم الحدیث: ۱۴۰۳، ۲/ ۱۱۰، دارطوق النجاۃ)

(۶) مرتے وقت ایسا شخص زکوٰۃ ادا کرنے کی تمنا کرے گا؛ لیکن اس کے لیے سوائے حسرت کے اور کچھ نہ ہو گا۔(سورۃ المنافقون: ۱۰، صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح، رقم الحدیث: ۱۴۱۹، ۲/ ۱۱۰، دارطوق النجاۃ)

(۷) ایسے شخص کے لیے آگ کی چٹانیں بچھائی جائیں گی، اور اُن سے ایسے شخص کے پہلو، پیشانی اور سینہ کو داغا جائے گا۔(صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکوٰۃ)

(۸) ایسے افراد کو جہنم میں ضریع، زقوم، گرم پتھر، اور کانٹے دار و بدبو دار درخت کھانے پڑیں گے۔(دلائل النبوۃ للبیهقي، باب الاسراء، رقم الحدیث: ۶۷۹)

(۹) ایسے افراد سے قیامت کے دن حساب کتاب لینے میں بہت زیادہ سختی کی جائے گی۔(مجمع الزوائد، کتاب الزکوٰۃ، باب فرض الزکوٰۃ: ۳/ ۶۲)

(۱۰) جب لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان سے بارشیں روک لیتے ہیں۔(المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۲۵۷۷)

(۱۱) جب کوئی قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط سالی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔(المعجم الأوسط للطبراني، تحت من اسمہ عبدان، رقم الحدیث: ۴۵۷۷)

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ میں تین چیزوں پر قسم کھاتا ہوں اور تمہیں ایک اہم بات بتاتا ہوں، تم اسے یاد رکھنا۔ ارشاد فرمایا: کہ کسی بندے کا مال زکوٰۃ (وصدقہ) سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی ظلم کیا جاتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اور جو بندہ بھی سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتے ہیں“، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔ اور میں (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ایک اور خاص

بات بتاتا ہوں، سوتم اسے یادرکھنا، ارشادفرمایا: ”دنیا تو چار قسم کے افراد کے لیے ہے:

ایک اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور دین کا علم، دونوں نعمتیں عطا فرمائیں، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (اس طرح کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہیں کرتا اور علمِ دین سے فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علمِ دین اور مال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس (مال) میں اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچانتا ہے۔ (مثلاً: مال کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ، تدریس اور افتاء وغیرہ کے ذریعے سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات کے اعتبار سے چاروں سے افضل ہے۔ دوسرے اس بندے کے لیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (جو کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ شخص اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے اور اس شخص کا اور اس سے پہلے شخص کا ثواب برابر ہے۔

تیسرے اس بندے کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے، تو درجات میں یہ سب سے بدتر بندہ ہے۔

چوتھے اس بندے کے لیے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی اور نہ علم کی، تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس مال کے سلسلے میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو اپنے مال کے خرچ کرنے میں اللہ سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) سو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے؛ پس اس کا گناہ اور وبال اس پہلے شخص کے گناہ اور وبال کے مطابق ہی ہوتا ہے“۔ (ترمذی شریف کتاب الزہد رقم الحدیث: ۲۳۲۵، ۴/ ۵۶۲)

زکوٰۃ کن افراد پر اور کن افراد کے لیے ہے؟

دنیا میں بسنے والے افراد کا جائزہ لیا جائے تو ان تمام افراد کو تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) مال دار افراد، جن پر مخصوص شرائط کے بعد زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ (۲) دوسرے غریب افراد، جن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ (۳) تیسرے وہ متوسط درجے کے افراد، جن پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوتی؛ لیکن ان کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اب ان تینوں قسم کے افراد کو پہچاننے کے لیے کیا معیار اور کسوٹی ہے کہ اس کے مطابق ہر طبقے والا اپنی حالت اور کیفیت کو پہچان کر اس کے مطابق اپنے اوپر عائد احکاماتِ الٰہیہ کو پہچان کر پورا کر سکے، اس

کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے: ایک تو وہ کون سی اشیاء یا اموال ہیں جن کے ہوتے ہوئے زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟ اور دوسرا وہ اشیاء یا اموال کتنی مقدار میں ہوں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی شخص زکوٰۃ دینے والا یا زکوٰۃ لینے والا ٹھہرتا ہے؟ ان میں سے پہلی چیز کو "اموالِ زکوٰۃ" اور دوسری چیز کو "نصابِ زکوٰۃ" سے پہچانا جاتا ہے۔ ذیل میں اموال زکوٰۃ اور نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

اموالِ زکوٰۃ

اموالِ زکوٰۃ سے مراد وہ اشیاء یا اموال ہیں، جن کا (مخصوص مقدار میں) مالک ہونے پر (جس کو نصاب سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ وہ کل چار قسم (کی اشیاء یا اموال) ہیں: (۱) سونا، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (سونا) مالِ زکوٰۃ ہے۔ (۲) چاندی، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (چاندی) مالِ زکوٰۃ ہے۔ (۳) نقدی، اپنے ملک کی ہو یا کسی اور ملک کی، اپنے پاس ہو یا بینک میں، چیک ہو یا ڈرافٹ، نوٹ ہو یا سکّے، کسی کو قرض دی ہوئی ہو (بشرطیکہ ملنے کی امید ہو) یا اس کی سرمایہ کاری کر رکھی ہو، ان تمام صورتوں میں یہ (نقدی) مالِ زکوٰۃ ہے۔ (۴) مالِ تجارت، یعنی تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تا حال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکوٰۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لیے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں بیٹے یا دوست وغیرہ کو ہدیہ میں دینا طے کر لیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکوٰۃ نہ رہا)۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، أموال الزکوٰۃ: ۲/ ۱۰۰، دار إحیاء التراث العربی)

یہ کل چار قسم کے اموال ہیں جن پر (مخصوص مقدار تک پہنچنے پر) زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی مقروض ہو تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد بچنے والے اموال کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

نصابِ زکوٰۃ

سطورِ بالا میں معاشرے کے تین طبقات کو بیان کیا گیا تھا، جن کی تمیز "نصاب" کے مالک ہونے پر موقوف ہے، اس تمیز کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ نصاب دو قسم کا ہوتا ہے، ایک نصاب کا تعلق "زکوٰۃ دینے والے" سے ہے اور دوسرے نصاب کا تعلق "زکوٰۃ لینے والے" سے ہے، دونوں قسم کے نصابوں میں کچھ فرق ہے، جو ذیل میں لکھا جا رہا ہے:

پہلی قسم کا نصاب (زکوٰۃ دینے والے کے لیے)

اللہ رب العزت نے اپنے غریب بندوں کے لیے امراء پر ان کے اموال کی ایک مخصوص مقدار پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جس کو نصاب کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس نصاب کا مالک ہوتو اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر کسی کے پاس اس نصاب سے کم ہوتو اس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۱) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" ہو اور کوئی مال (مثلاً: چاندی، نقدی یا مال تجارت) نہ ہو تو جب تک سونا ساڑھے سات تولے (479ء87 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر سونا اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، صفۃ الزکوٰۃ: ۲ / ۱۰۵، دار إحیاء التراث العربی)

(۲) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مال تجارت) نہ ہو تو جب تک چاندی ساڑھے باون تولے (35ء612 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر چاندی اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، أموال الزکوٰۃ: ۲ / ۱۰۰، دار إحیاء التراث العربی)

(۳) اگر کسی کے پاس صرف "نقدی" ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک نقدی اتنی نہ ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (35ء612 گرام) چاندی خریدی جا سکے، اس وقت تک زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر نقدی اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (35ء612 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، أموال الزکوٰۃ: ۲ / ۱۰۳، دار إحیاء التراث العربي)

(۴) اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہو (چاہے جتنی بھی ہو) یا سونا اور نقدی ہو یا سونا اور مالِ تجارت ہو یا چاندی اور نقدی ہو یا چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (تینوں مال) سونا، چاندی اور نقدی ہو یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ہو تو ان تمام صورتوں میں ان اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولے (35ء612 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ نہیں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، صفۃ الزکوٰۃ: ۲ / ۱۰۵، ۱۰۶، دار إحیاء التراث العربی)

دوسری قسم کا نصاب (زکوٰۃ لینے والے کے لیے)

اس نصاب میں مذکورہ نصاب (یعنی پہلی قسم کے نصاب کی تمام صورتوں) کے ساتھ ضرورت سے

زائد سامان کو بھی شامل کیا جائے گا، اور یہاں بھی وہ تمام صورتیں بنیں گی جو پہلی قسم کے نصاب میں بنتی تھیں، مثلاً: (۱) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612ء35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔ (۲) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مال تجارت) نہ ہو تو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612ء35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔ (۳) اگر کسی کے پاس صرف "نقدی" اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612ء35 گرام) چاندی خریدی جا سکے، تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔ اور اگر ان دونوں کی قیمت اتنی نہ ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612ء35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو ایسے شخص کا زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ (۴) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو (چاہے جتنا بھی ہو)۔ (۵) اگر کسی کے پاس سونا، نقدی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔ (۶) اگر کسی کے پاس سونا، مالِ تجارت اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔ (۷) اگر کسی کے پاس چاندی، نقدی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔ (۸) اگر کسی کے پاس چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ہو۔ (۹) اگر کسی کے پاس (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔ (۱۰) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، مالِ تجارت ہو اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو۔ (۱۱) اگر کسی کے پاس (پانچوں مال) سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور "ضرورت سے زائد سامان" ہو تو ان تمام صورتوں میں ان تمام اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر انکی قیمت ساڑھے باون تولے (612ء35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کا زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں صاحب نصاب نہیں کہلاتا، یعنی اس شخص کا زکوٰۃ اور ہر قسم کے صدقاتِ واجبہ لینا جائز ہوگا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکوٰۃ، مصارف الزکوٰۃ: ۲/۱۵۸، دار إحیاء التراث العربی)

……✦……

حضرت مولانا محمد ادریس دَمْلَوی رحمہ اللہ

مولانا سید فضیل احمد ناصری
استاذ حدیث جامعہ ہٰذا

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے ممتاز تلامذہ کی یہ چھٹی کڑی ہے۔ اس کڑی میں ایک ایسی شخصیت کا ذکر جمیل ہے، جس کا حلقۂ شہرت اگرچہ محدود تھا، مگر اس کے اثرات سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔ ان کا نام مولانا محمد ادریس ابن حاجی امیر الدین تھا۔ نسباً شیخ صدیقی تھے۔ تقریباً 1315ھ مطابق 1897ء میں اپنی ننہال ''پروہی'' میں پیدا ہوئے۔ پروہی، ضلع مدھوبنی کا ایک مردم خیز گاؤں ہے، جہاں علما و حفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ غالباً کوئی گھر ایسا نہیں، جہاں حافظ یا عالم موجود نہ ہو۔ خاکسار نے اسی گاؤں میں واقع مدرسہ حسینیہ دار العلوم میں تکمیل حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔

خاندان اور تعلیم

مولانا کا آبائی وطن ''دملہ'' تھا۔ یہ میرے گاؤں بلہا سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس زمانے میں یہ علاقے دربھنگہ ضلع میں آتے تھے۔ مدھوبنی کا خاکہ ابھی کھینچا نہیں گیا تھا۔

مولانا کا خاندان نہایت معزز اور شرافت و عظمت میں ممتاز تھا۔ والدہ کا نام بی بی رشیدن تھا۔ پاک سیرت۔ پاک باز۔ مرحوم کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ چند سال عربی تعلیم کے لیے مدرسہ احمدیہ مدھوبنی میں بھی رہے۔ دار العلوم دیوبند کا شہرہ آفاق میں ہو چکا تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مولانا کو وہیں بھیج دیا گیا، حالانکہ ان کی عمر ابھی بھی بہت چھوٹی تھی۔

سفر دیوبند کے دوران عجیب لطیفہ پیش آیا۔ کسی کے غلط مشورے نے بجائے دیوبند انہیں بریلی بھیج دیا۔ یہ صاعقہ اثر خبر بڑے بھائی کو ملی تو بریلی پہنچ کر انہیں تلاشا اور پھر دیوبند لے کر داخلے کے لیے پہونچے۔

اس زمانے کا دار العلوم

مولانا جس وقت دار العلوم پہونچے، نودرے کی تعمیرِ نو جاری تھی۔ اس تعمیر میں جہاں اور طلبہ نے حصہ لیا، مولانا کو بھی یہ سعادت سمیٹنے کا موقع ملا۔ یہ وہ تاریخی عمارت ہے، جس کا سنگ بنیاد 1292ھ میں رکھا گیا تھا۔ مولانا کے دیوبند پہونچنے کا دور اس کا سنہرا دور تھا، جس کی نظیر دار العلوم کی فضا نے پھر نہیں دیکھی۔ ایک طرف شیخ الکل حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ تھے، شیخ الہند کے باوقار لقب سے ملقب اور دار العلوم کی مسند صدارت پر جلوہ گر۔ شیخ الحدیث بھی وہی۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ مسند درس پر متمکن۔ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی تدریسی عملہ میں موجود۔ غرض علوم و معارف کی ایک عظیم کہکشاں دار العلوم کی فضا کو مستنیر کر رہی تھی اور طالبان علوم دینیہ دنیا بھر سے کشاں کشاں چلے آرہے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ سے وابستگی

مولانا مرحوم دار العلوم پہونچ کر حضرت شیخ الہند کے دامنِ علم و تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی خدمت کرتے اور خوب استفادہ کرتے۔ اپنی فطری صلاحیتوں کی وجہ سے بہت جلد استاد کے نور نظر بھی ہو گئے۔ ان کی قابلیت کا چرچا طلبہ میں تو تھا ہی، اساتذہ میں بھی تھا۔ مولانا کو اللہ نے جمال ظاہری سے بھی خوب نوازا تھا۔ شیخ الہند رحمہ اللہ انہیں پیار سے مولانا بوٹ کہتے۔ چند سالہ قیام کے بعد 1333ھ مطابق 1914 میں فراغت حاصل کی۔ اس وقت ان کی عمر محض سولہ سال تھی۔ وہ خود لکھتے ہیں:

از جمیع علوم ظاہری و باطنی فارغ شدم کہ عمر من شانزدہ سال بود۔

بخاری شریف شیخ الہندؒ سے اور ابوداؤد شریف امام العصر علامہ کشمیریؒ سے پڑھی۔

ان کے تعلیمی سفر میں سب سے بڑا تعاون ان کے بڑے بھائی حافظ محمد یاسین صاحبؒ کا تھا، جو کلکتہ میں بریڈ مکھن کے بڑے تاجر تھے۔ ان کا کاروبار ڈھاکہ اور کراچی تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک کارخانہ کلکتے کی طرح ان کے وطن میں بھی تھا۔

مولانا کے رفقائے درس

مولانا مرحوم کے دورۂ حدیث کے سال میں بڑے ہی ممتاز طلبہ داخل تھے، جن میں حضرت مولانا

عبدالرحمن کامل پوریؒ جیسی شخصیت بھی شامل ہے۔ مولانا دربھنگویؒ بھی ساتھیوں میں قدآور مانے جاتے تھے جیسا کہ سفر نامۂ ہندوستان سے پتہ چلتا ہے۔ اس سال کے دورۂ حدیث میں صرف باون طلبہ تھے اور دارالعلوم کے طلبہ کی کل تعداد 562 تھی۔ مولانا زبیر احمد صاحب صدیقی شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد نے اپنے سفرنامے میں فضلائے دارالعلوم دیوبند کی فہرست جاری کی ہے۔ اس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے تحت آخری سال کے ممتاز تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

> مولانا غلام مرشد شاہ پوری۔ مولانا عبدالرحمن کامل پوری۔ مولانا عبدالحمید بھاگلپوری۔ مولانا شاہ رسول ہزاروی۔ مولانا محمد ادریس دربھنگوی۔ مولانا الطاف حسین بارہ بنکوی۔ مولانا محمد غنی بھاگلپوری۔ مولانا نور ہزاروی۔ مولانا حافظ محمد حسین راندیری۔ مولانا عبداللہ ڈیرہ غازی خان۔ (سفر نامہ ہندوستان صفحہ 194،195)

مولانا کے دورۂ حدیث کا سال دارالعلوم کا یادگار سال

مولانا کے دورۂ حدیث کا سال بڑا یادگار تھا، اس سال کچھ ایسے غیر معمولی واقعات رونما ہوئے، جو پہلے پیش نہیں آئے تھے۔ یہ شیخ الہند کی 44/سالہ تدریس کا آخری سال تھا۔ تحریک خلافت زوروں پر تھی اور حضرت شیخ الہند اس کے گویا کرتا دھرتا۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ اس آخری دورۂ حدیث کا تذکرہ ''حیات شیخ الہند'' میں ان الفاظ سے کرتے ہیں:

> ہر حادث کی انتہا ہے اور ہر شے کو فنا۔ افسوس ہے کہ اس (مدرسی) کے بعد حضرت کے روحانی سرپرست ہونے کا نمبر آیا اور رخصت ہونے کا زمانہ قریب آ پہونچا۔ یعنی اسی دارالعلوم کی مسلسل خدمت کرتے ہوئے آپ نے بخاری شریف اخیر تک پڑھا کر حسب معمول ماہ رجب 1333ھ مطابق 1914ء میں ختم کرائی۔ چوں کہ ارادۂ سفر باوجود اخفا کے مشہور ہو چکا تھا، دعاؤں میں معمول سے زیادہ آدمی شریک ہوئے کہ دیکھیے، پھر کبھی حضرت کا حلقۂ درس دیکھنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں اور آئندہ اس برکت کے حصول کا موقع ملتا ہے یا نہیں؟ اس وقت حقیقی علم کس کو تھا، مگر درحقیقت دعا کے بعد جب حضرت درس گاہ سے اٹھے تو 44/ سال کے بعد دارالعلوم کی خدمت تعلیم و تعلم کو ختم کر کے اٹھے۔ پھر کبھی نہ درس گاہ نے آپ کی تلقین و تعلیم کی آواز سنی اور نہ آپ کا کبھی درس دینے کے لیے وہاں قدم آیا۔ (حیات شیخ الہند صفحہ نمبر 27،28)

شیخ الاسلامؒ مولانا حسین احمد مدنی کی شرکت

مولانا محمد ادریس دربھنگویؒ اور ان کے رفقا کی ایک سعادت یہ بھی تھی کہ اس سال حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بھی دورۂ حدیث میں شریک ہوتے رہے، حالانکہ وہ اس وقت دارالعلوم میں مدرس بھی تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمن کامل کامل پوریؒ کی سوانح حیات میں ہے:

بخاری شریف اور ترمذی شریف کے سبق میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ اور مولانا عزیر گل صاحبؒ اسیر مالٹا بھی شریک ہوتے، حالانکہ حضرت مدنی اس وقت دارالعلوم دیوبند میں درجۂ علیا کے مدرس تھے۔ حضرت مولانا کامل پوریؒ فرماتے کہ طلبہ کو ان حضرات کی شرکت سے بڑی خوشی ہوتی۔ یہ حضرت شیخ الہند کی طبیعت کے مزاج شناس تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ علم کا ناپیدا کنار سمندر تھے۔ اس سمندر میں موتیوں کی تلاش کے لیے ان جیسے مزاج شناسوں کی ضرورت تھی، جو تلاطم پیدا کر سکیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ کی تقریر نہایت مختصر ہوتی، مگر اختصار کے باوجود انتہائی جامع اور ہر قسم کے اشکالات کے لیے رافع ہوتی۔ حضرت کے درس میں طلبہ سوالات بہت کم کرتے۔ جب حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا عزیر گل صاحبؒ سوال کر کے بحث چھیڑتے، پھر حضرت کے علم کا اندازہ ہوتا، جو خاموش سمندر کی طرح مدوجزر سے بے نیاز تھا۔ (تجلیات رحمانی، ص:93,92)

امام العصر علامہ کشمیری کا آخری درس ابوداؤد

مولانا دربھنگویؒ مرحوم کے دورۂ حدیث کے سال جو دوسرا بڑا ناقابل فراموش واقعہ پیش آیا، وہ شیخ الہندؒ کے جانشیں کی تقرری کا تھا، ہندوستان کے اس شیخ نے اپنا قائم مقام اور وارث امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کو نامزد فرمایا، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین بھی۔ یہ سال امام الکشمیریؒ کے درس ابوداؤد کا بھی آخری ہی تھا۔ اس کے بعد علامہ نے کبھی ابوداؤد نہیں پڑھائی۔ اس سال کشمیری الامام نے اور سالوں کی بہ نسبت اس کتاب کا سب سے مفصل درس دیا۔ مولانا عبدالرحمن کامل پوری صاحبؒ نے 70، 75 کاپیاں اس درس کی لکھی تھیں۔ مولانا عبدالشکور کیمل پوری کا بیان ہے کہ علامہ کشمیریؒ کے استاذ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اپنی کتاب ''بذل المجہود'' کی تیاری میں اس سال کے امالی سے کافی استفادہ کیا تھا۔ بذل المجہود کی تالیف 1353ھ میں شروع ہوئی اور 1345ھ میں تکمیل پذیر۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سنن ابی داؤد کی تدریس کے دوران اس سال کی امالی کو سامنے رکھتے تھے۔

مولانا کا تدریسی سفر اور جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں منصب اہتمام

مولانا محمد ادریس صاحبؒ کا تعلیمی سفر نہایت یادگار لمحات کے ساتھ مکمل ہوا۔ شیخ الہند سے والہانہ تعلق نے بہت جلد انہیں میدان درس و تدریس سے وابستہ کر دیا۔ فراغت کے بعد اپنے مخدوم کے حکم پر بحیثیت مدرس و مہتمم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل چلے گئے۔ مگر وہاں کا قیام ایک سال سے آگے نہ بڑھ سکا۔

مدرسہ محمود العلوم دَملہ کا قیام

مولانا کے بھائی حافظ محمد یاسین صاحبؒ اور علاقے کی اہم شخصیت مولانا شرف الدین صاحبؒ، جو مولانا ازہر رانچوی صاحبؒ کے والد تھے، کی خواہش تھی کہ وطن میں کوئی ادارہ قائم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے انہوں نے مولانا محمد ادریس مرحوم کو حکم دیا۔ ان کے ایما پر انہوں نے اپنے استاذ اور مربی حضرت شیخ الہندؒ کے نام پر اپنے مکان کے دروازے پر ہی ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۳ء مدرسہ محمود العلوم کی داغ بیل ڈالی۔ جب تک زمین میسر نہ آئی، ادارہ ان کے ہی گھر پر چلا اور کئی برس تک چلتا رہا۔ مولانا مرحوم ہی اس کے مہتمم بھی تھے، صدر المدرسین اور شیخ الحدیث بھی۔ نحو، فقہ، تفسیر اور منطق کی کتابیں خود ہی پڑھاتے۔ علم حدیث پر بھی انہیں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ بخاری شریف اور دوسری کتابوں کا درس بڑے ہی محققانہ انداز میں دیا کرتے تھے۔ ادارے کے سارے اخراجات مولانا کا گھرانہ ہی برداشت کرتا رہا۔ علم کے اس سرچشمے نے بہت جلد مقبولیت حاصل کر لی۔ ترقی کے منازل تیزی سے طے ہوتے رہے۔ بہت جلد دورۂ حدیث بھی قائم ہوا۔ اطراف و اکناف کے طلبہ کھنچ کھنچ کر وہاں جانے لگے۔ بعد میں جب اپنی زمین کی طرف منتقل کر دیا گیا تو عوامی چندے پر اس کا انحصار ہوا۔ یہ تاریخی دار العلم الحمدللہ آج بھی قائم ہے اور اس کے فیوض و برکات سے عالم متمتع ہو رہا ہے۔

تزکیۂ باطن میں مولانا کا مقام

مولانا کی طبیعت پر بچپن سے ہی تصوف کا غلبہ تھا۔ تعلیمی سفر کے ساتھ تزکیۂ باطن کا سلسلہ بھی زمانۂ طالب علمی سے ہی شروع کر دیا۔ قیام دار العلوم کے دوران اپنے استاذ حضرت شیخ الہند کو ہی اپنا مرشد بنایا اور مراحل سلوک طے کرتے رہے۔ ایک ہاتھ سے جام شریعت پیا جاتا رہا۔ اور دوسرے ہاتھ میں سندان عشق کو تھاما جاتا رہا۔ اجازت و خلافت ملی تو چند ہی برسوں کے بعد پیر و مرشد کا وصال ہو گیا، اب حضرت

مولانا غلام حسین کانپوریؒ سے منسلک ہو گئے اور ان سے بھی خلافت پائی۔ بعد میں حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوئے اور خلیفہ ومجاز ان کے بھی مقرر ہوئے۔ تزکیۂ باطن میں وہ اتنے پختہ ہو چکے تھے کہ ان کے علاقے کا کوئی بندہ مولانا گڑھولویؒ کو اپنا مرشد بنانا چاہتا تو فرماتے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو، تمہارے علاقے کے لیے تو مولانا محمد ادریس ہی کافی ہیں۔

مولانا کی علمی کاوش: انوار المسعود

مولانا کی عملی یادگار تو مدرسہ محمود العلوم ہے، جو الحمدللہ آج بھی علم کی دولت لٹا رہا ہے۔ ان کی علمی یادگاروں میں لاتعداد تلامذہ کے سوا ان کی املائی کاوش انوار المسعود بھی ہے۔ عرض کیا جا چکا ہے کہ مولانا نے سنن ابی داؤد امام العصر علامہ کشمیریؒ سے پڑھی تھی اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ اس سال علامہ کا درس ابوداؤد کچھ اور ہی شان کا تھا۔ مولانا مرحوم کی عادت تھی کہ جو کچھ پڑھا کرتے اسے دورانِ درس ہی ہاتھوں ہاتھ قلم بند کرتے جاتے۔ اس سے ان کی سرعت املا، فہم اسباق اور عربی زبان پر عبور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ علامہ کشمیریؒ کا درس ابوداؤد اسی طرح قلم بند کیا، جو انوار المسعود کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ یہ پوری کتاب عربی زبان میں ہے۔ سنن ابی داؤد پر جتنے امالی ہیں، انوار المسعود کا مقام ان میں سب سے جدا ہے، کیوں کہ اس میں جو کچھ ہے وہ علامہ کشمیری کے ہی افادات ہیں، جب کہ انوار المحمود اور دیگر امالی میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ انوار المسعود کا تعارف کراتے ہوئے صاحب بذل المحمود لکھتے ہیں:

> ''یہ امالی درحقیقت ابوداؤد شریف کی احادیث کی تشریحات وتوضیحات اور تحقیقات ونوادرات کا گراں قدر خزانہ ہے، اس لیے اس کے تعارف میں درازنفسی درکار ہے۔ اس کے شروع میں یہ عبارت ہے:
>
> یہ ابوداؤد کی تقریر ہے جو استاد العلام بحر القمقام مولانا مولوی محمد انور شاہ کشمیری سے سنی گئی، جو کچھ غلطی ہے وہ میری جانب سے ہے، نہ کہ استاد کی جانب سے۔
>
> امالی کی ورق گردانی ومطالعہ سے اندازہ ہوا کہ بڑی تقطیع یعنی فل اسکیپ کاغذ میں 285 مجموعی صفحات ہیں، ہر صفحہ 26 سطروں پر مشتمل ہے، شروع کے چند صفحات باریک خط سے اور پھر مابعد کا حصہ اخیر تک موٹے خط سے مرقوم ہے، شروع کے تین صفحے اردو میں اور باقی عربی میں ہیں، گاہ گاہ درس ضبط کرنے والے شاگرد نے حدیث شریف کی تشریح میں یا کسی خاص تعبیر کے لیے اردو فارسی جملے بھی نقل کیے ہیں، مگر ایسی جگہیں بہت کم ہیں، غالباً اردو فارسی جملے حضرت شاہ صاحب

کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کو من وعن باقی رکھنے کے کی غرض سے نقل کیے گئے ہیں۔
ابوداؤد شریف کی عبارت میں جس حدیث شریف کی تشریح وتوضیح مقصود ہوتی ہے وہاں قولہ سے حدیث کے متن کا جز جلی خط سے، پھر حضرت شاہ صاحب کا کلام عام خط سے نقل کیا ہے۔ پوری کتاب میں یہی منہج ہے۔

زیرتعارف امالی ابوداؤد شریف کی نامکمل تقریر ہے۔اس میں کتاب الطہارت سے کتاب الجہاد تک بعض بعض ابواب کی بعض احادیث کا درس ضبط کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تعدادِ ابواب پر طائرانہ نظر ڈالنے سے بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ابوداؤد شریف میں شریف جلد اول میں مذکورہ ابواب میں سے زیرِنظر امالی میں 469 ابواب کے تحت آنے والی بعض احادیث پر حضرت شاہ صاحبؒ نے کلام کیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحلیم چشتی صاحبؒ کی تحریر سابق اوراق میں گزرچکی ہے، اس کا ایک اقتباس یہ ہے:

محدث کشمیریؒ کے امالی میں جو تنوع پایا جاتا ہے وہ امالی کی علمی دنیا میں اور کہیں نہیں ملتا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، ادب اور نحو کے متعدد امالی زیورطبع سے آراستہ ہوچکے ہیں اور یہ سب ائمۂ فن کے امالی ہیں اور بعض امالی تو ایسے ائمہ کے ہیں جن کو ہفت علوم میں اجتہاد کا دعوی ہے، مگر ان میں سے کسی میں اس نوع کا تنوع اور ہمہ گیری نہیں ہے۔

راقم زیرِنظر امالی کی ورق گردانی کے بعد احتیاط کے ساتھ رائے قائم کرتا ہے کہ مولانا موصوف کا ذکر کردہ تنوع اس امالی کو بھی حاوی ہے، جس کا جی چاہے چند اوراق کا مطالعہ کر کے اندازہ کر لے۔ علامہ کشمیریؒ علم وتحقیق کے بلند وبالا مقام پر فائز تھے۔ عام محدثین کی طرح ان کے درسی افادات ہر سال کے یکساں نہ ہوتے، بلکہ بدلے ہوئے ہوتے تھے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اثنائے درس حسب موقع اکابر وائمۂ محدثین وفقہ کا تعارف کراتے تھے۔ زیرنظر ''امالی'' میں اس طرح کے تعارف موجود ہیں۔ بعض جگہوں میں فرقۂ اہل حدیث (جس نے حنفی مذہب کے متعلق یہ شہرت دینے کی کوشش کی ہے کہ حنفیہ کا مذہب حدیث کے خلاف ہے) کے الزام کا سنجیدگی کے ساتھ احادیث کی روشنی میں جواب شافی دیا گیا ہے۔ شاہ صاحبؒ کے دیگر امالی کی طرح زیرنظر امالی بھی جگہ جگہ عربی فارسی اشعار سے مزین ہیں۔ (انوار المسعود، ص:136 تا 140)

امالی بخاری شریف

مولانا نے حضرت شیخ الہند کا درس بخاری بھی ضبط کیا تھا۔ یہ درس فل اسکیپ کاغذ کے ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے، جو آج بھی ان کے ادارے مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ درس 1333ھ میں قلم بند کیا گیا تھا۔ کاش کہ یہ علمی خزانہ بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو!

مولانا کے علمی جواہر پارے جو شاید ضائع ہو گئے

مولانا مرحوم لکھنے کے بڑے عادی تھے اور یہ عادت ان کے اخیر وقت تک جاری رہی۔ طالب علمی کے دور میں دورۂ حدیث کا غالباً ہر درس لکھا تھا۔ محمود العلوم میں تدریس کے دوران بھی ان کی قلمی کاوشیں جاری تھیں۔ ان کے پرنواسے مولانا عبدالبر اثری صاحب کہتے ہیں کہ ان کی وفات ہوئی تو کافی کتابیں اور مخطوطات انہوں نے یادگار چھوڑیں۔ ان کے پاس نرینہ کوئی اولاد نہیں تھی، جو تھیں وہ اولاد اناث تھیں۔ قمر الہدی نامی ان کے بھتیجے تھے جو ان نوادر کے اہل نہیں سمجھے گئے۔ مولانا ازہر تھوسوی سابق رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند اس وقت وہیں مدرس تھے وہ مولانا مرحوم کے قریبی بھی، لامحالہ علم کے یہ سارے خزینے رانچوی صاحبؒ کے حوالے کر دیے گئے، مگر افسوس کہ ان میں سے کوئی بھی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ اب تو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خزانۂ عامرہ اب محفوظ بھی ہے یا وہ گم شدہ دفینے میں تبدیل ہو گیا۔

مولانا کا سانحۂ وفات

مولانا مکمل تندرست تھے، ان کا فیضان شباب کے ساتھ جاری ہی تھا کہ موت نے اچانک اپنا الارم بجا دیا۔ ابھی اپنی عمر کی 47 ر بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ ان کی وفات کا جاں کاہ حادثہ پیش آیا۔ 14 راپریل 1944ء کو انہوں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ ناگہانی انتقال کی خبر سے کہرام مچ گیا۔ دور دراز کی بھیڑ نماز جنازہ کے لیے امڈ آئی۔ نماز جنازہ برادر بزرگ حافظ محمد یاسین صاحب نے ادا کرائی۔ تدفین گاؤں کے ہی قبرستان میں عمل میں آئی۔ پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک لڑکا اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ لڑکا، جس کا نام محمد تھا، شادی سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ مولانا کی نسل لڑکیوں سے چلی۔ اس وقت ایک بیٹی بقید حیات ہیں۔ مولانا رحمت اللہ اثری صاحب استاذ حدیث جامعۃ الفلاح بلریا گنج ان کے بھائی حافظ یاسین صاحبؒ کے پوتے ہیں۔ مولانا عبدالبر اثری صاحب ممبئی مولانا مرحوم کے پرنواسے ہیں۔

ڈاکٹر تابش مہدی

تیز دھوپ کا مسافر رحمتوں کے سائے میں

حافظ عمیر الہی عثمانی
متعلم جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

شیش محلوں میں تابش کو مت ڈھونڈیئے * اس قلندر کے گھر کا پتہ اور ہے
(تابش مہدی)

زندگی اپنے اندر ایک عارضی حقیقت لیے ہوئے ہے، جس کا اختتام ہر جاندار کی موت پر ہوتا ہے۔ مگر کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو دنیا سے رخصت ہو کر بھی اپنے اعمال، خدمات اور فن کے ذریعے ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔ ان کی زندگی نہ صرف ان کے اپنے دور بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک رہنمائی کا ذریعہ بنتی ہے۔ ڈاکٹر تابش مہدی بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھے جنہوں نے اپنی شاعری، ادب اور کردار سے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے کہ وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کی وفات سے نہ صرف ادبی دنیا ایک بے مثال ہستی سے محروم ہو گئی، بلکہ ان کے چاہنے والوں کے دلوں میں بھی ایک گہرا خلا پیدا ہو گیا۔

ڈاکٹر تابش مہدی کی وفات اردو دنیا کے لیے ایک نا قابلِ بیان نقصان ہے۔ وہ ایک ایسی شخصیت تھے جن کی خدمات، خیالات اور تخلیقات نے اردو ادب کے ساتھ ساتھ اسلامی ادب کو بھی بے حد تقویت بخشی۔ ان کی شخصیت میں علم وادب کی روشنی اور روحانی جمال کا ایسا حسین امتزاج تھا کہ ان سے ملنے والا ہر شخص ان کی خوشبو سے معطر ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر تابش مہدی کی شخصیت کا ایک بہت نمایاں پہلو ان کا عشقِ رسول ﷺ تھا، جو ان کی نعت گوئی میں جھلکتا تھا۔ وہ نہ صرف نعت لکھتے تھے بلکہ اپنی خوبصورت آواز اور منفرد ترنم کے ساتھ نعت پیش کرنے میں بھی کمال رکھتے تھے۔ ان کی لکھی اور پڑھی گئی نعتیں سننے والے کے دل کو ایک عجیب سکون اور روحانی مسرت سے بھر دیتی تھیں۔ ان کا ترنم ایسا تھا کہ سننے والے دل کی گہرائیوں تک متاثر ہوتے اور

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو محسوس کرتے۔

ان کی نعتیہ شاعری میں عقیدت، ادب اور عشق کی آمیزش نمایاں تھی۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو اس خوبصورتی اور محبت سے بیان کرتے کہ قاری یا سامع کے دل میں بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات جاگزیں ہو جاتے۔ ان کی نعتیں اردو نعتیہ ادب میں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں، اور ان کے اشعار عشق و عقیدت کے آئینہ دار ہیں۔

یہاں سیرت طیبہ کے چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

ہر پہلو سیرت کا درخشاں بس میرے سرکار کا ہے * میٹھی میٹھی باتیں ہیں کام جہاں تلوار کا ہے
شہر مدینہ جانے والو یاد رہے یہ بات تمہیں * نیچے نگاہیں اپنی رکھنا شہر بڑے دربار کا ہے

ڈاکٹر تابش مہدی کی شاعری میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ ان کی غزلیں اور نظمیں نہ صرف کلاسیکی شاعری کے معیار پر پورا اترتی تھیں بلکہ جدید دور کے تقاضوں کو بھی خوبصورتی سے پورا کرتی تھیں۔ وہ انسانی جذبات، سماجی مسائل اور روحانی تجربات کو ایسے الفاظ میں بیان کرتے کہ وہ قاری کے دل میں اتر جاتے۔ ان کی شاعری میں جو گہرائی اور تاثیر پائی جاتی تھی، وہ ان کے وسیع مطالعے، فکری وسعت اور گہرے مشاہدے کا نتیجہ تھی۔ ان کے اشعار نہ صرف ادب کے طالب علموں کے لیے سبق آموز ہیں بلکہ عام قارئین کو بھی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

خطا میں نے کوئی بھاری نہیں کی * امیر شہر سے یاری نہیں کی
مرے عیبوں کو گنوایا تو سب نے * کسی نے میری غم خواری نہیں کی
مرے شعروں میں کیا تاثیر ہوتی * کبھی میں نے اداکاری نہیں کی
کسی منصب کسی عہدے کی خاطر * کوئی تدبیر بازاری نہیں کی
بس اتنی بات پر دنیا خفا ہے * کہ میں نے تجھ سے غداری نہیں کی

بطور نقاد، ڈاکٹر تابش مہدی کا مقام بہت بلند تھا، ان کی تنقید ہمیشہ غیر جانبدارانہ اور گہرے تجزیے پر مبنی ہوتی تھی۔ وہ اردو ادب کے مسائل اور امکانات پر گہری نظر رکھتے تھے اور اپنی تحریروں کے ذریعے ادب کے نئے رجحانات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ ان کی تنقیدی تحریریں تحقیقی گہرائی اور فکری وسعت کی حامل تھیں اور اردو ادب کے پیچیدہ موضوعات کو عام فہم انداز میں بیان کرنے کی ان کی صلاحیت بے مثال تھی۔

ڈاکٹر تابش مہدی ایک بہترین استاد بھی تھے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی علم کے فروغ اور طلبہ کی

رہنمائی میں وقف کر دی۔ ان کی کلاسز صرف تعلیمی درس گاہیں نہیں تھیں بلکہ وہ طلبہ کے لیے ادب، اخلاقیات اور زندگی کے رہنما اصولوں کی درسگاہیں تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے اور ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتے تھے۔

اب سے ڈیڑھ دو مہینے قبل جب بندے نے حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب علیہ الرحمہ پر مضمون لکھا تو ڈاکٹر صاحب کا والد صاحب کے پاس فون آیا کہ عمیر سے کہیں کہ مجھ سے ملاقات کرے۔ میں ڈاکٹر صاحب کے حکم کے مطابق معاویہ کالونی دیوبند میں واقع ڈاکٹر صاحب کے دولت کدے پر حاضر ہوا۔ مولانا بڑے خوش ہوئے اور میری ٹوٹی پھوٹی تحریر کا ذکر کر کے اپنے اعلیٰ اخلاق و اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور آگے کے لیے بہت سے قیمتی رہنما اصول بھی فراہم کئے اور حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ کیا خبر تھی کہ ڈاکٹر صاحب سے یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر تابش مہدی کی شخصیت ان کے علم، ادب اور اخلاق کا آئینہ تھی۔ وہ ایک نہایت شفیق، عاجز اور انسان دوست شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے قریب رہنے والے لوگ ان کی محبت، خلوص اور شرافت کے گواہ ہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے اور اپنی سادگی اور عاجزی سے ہر ایک کا دل جیت لیتے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے قلم سے 55 کتابیں تصنیف ہوئیں، جن میں شاعری، تنقید، سفرنامے اور تذکرے شامل ہیں۔ مشہور کتب نقشِ اول، تعبیر، نقدِ غزل، اردو تنقید کا سفر، وہ گلیاں یاد آتی ہیں، اس کے بعد معلم انسانیت، دانائے سبل، تیز دھوپ کا مسافر اور مرشد تھانوی سرفہرست ہیں اور ''قادر الکلام شاعر'' خاص طور پر حمد و نعت میں ان کا کلام مشہور ہے۔

اردو ادب کی جانب سے آپ کی خدمات کے اعتراف میں بہت سے اعزازات سے نوازا گیا: نشان اردو 2013ء، اردو اکادمی دہلی ایوارڈ 2015ء، علامہ اقبال عالمی ایوارڈ برائے شعر و ادب 2022ء

جناب تابش مہدی صاحب مرحوم جماعت اسلامی ہند کے رکن رکین بھی رہے اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتب سے خاص استفادہ بھی کیا۔ ڈاکٹر تابش مہدی کی وفات سے اردو ادب ایک ایسے چراغ سے محروم ہو گیا ہے جو علم و فن کی روشنی بکھیر رہا تھا۔ ان کی نعتیہ شاعری، غزلیں، تنقیدی مضامین اور تحقیقی کام اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کا عشقِ رسول ﷺ، ان کی ادب دوستی اور ان کی شخصیت کا وقار ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ان کی خدمات اور تخلیقات ہمیشہ ان کی یاد دلاتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ڈاکٹر تابش مہدی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی خطاؤں کو معاف کرے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کے اہلِ خانہ کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

……◆……

جامعہ کی سرگرمیاں

سید فضیل احمد ناصری

سالانہ امتحان کا انعقاد

الحمدللہ جامعہ کا تعلیمی سال بہ حسن وخوبی تمام ہوا۔ تعلیمی سرگرمیوں سے فراغت کے بعد طلبہ امتحان کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہو گئے تھے۔ دفتر تعلیمات سے جاری اعلامیے کے مطابق سالانہ امتحان کا انعقاد 4/شعبان المعظم سے 16/شعبان المعظم تک ہوا۔ اساتذہ نے سخت نگرانی سے امتحان کو ہمیشہ کی طرح بے داغ بنایا۔ عربی اول سے لے کر دورۂ حدیث، اعدادیہ، تکمیل ادب، تکمیل افتا، درجۂ حفظ اور درجۂ ناظرہ کے تمام طلبہ نے بڑے جوش وخروش سے امتحان میں شرکت کی۔ طلبۂ دورۂ حدیث کا آخری پرچہ بخاری شریف کا تھا، جسے 16/شعبان المعظم کو طلبہ نے حل کیا۔ امتحان کے نتائج ان شاءاللہ رمضان تک آ جائیں گے اور جامعہ کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر انہیں نشر کر دیا جائے گا۔

تکمیل بخاری شریف کی باوقار تقریب

حسب روایت جامعہ میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس شب برأت میں دیا گیا۔ رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری دامت برکاتہم نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ عظیم کتاب مکمل ہو رہی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کب آئے، کب چلے گئے، مگر ان کی یہ عدیم النظیر اور آبدار کتاب آج بھی اسی ذوق وشوق سے پڑھی جا رہی ہے، جس ذوق و شوق سے ابتدائی دور میں پڑھی جا رہی تھی۔ یہ مصنف رحمہ اللہ کے حد درجہ خلوص، اخلاص بے پایاں اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ لاتعداد شرحیں لکھی جا چکیں، وہ بھی متعدد زبانوں میں، مگر ہر شارح یہ کہنے پر مجبور ہے کہ بخاری شریف کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ امام العصر

علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے دروس بخاری ابن حجر عسقلانیؒ کے معیار کے ہوتے اوران کی جوہر داری کی یاد دلاتے۔ وہ بھی بخاری کے زبردست مداح۔ وہ ان کے علم وفن پر زبردست گرفت کی شہادت دیتے۔ علامہ کے دروس کا مجموعہ فیض الباری کی شکل میں موجود ہے۔ اے کاش کہ مکمل بخاری شریف کا احاطہ کرلیا جاتا!!! اس سلسلے میں جن جہابذہ کی کتابوں نے لازوال شہرت پائی، ان میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب فتح الباری سرفہرست ہے۔ اس کے ساتھ ہی علامہ بدر الدین عینیؒ کی کتاب عمدۃ القاری بھی لاجواب ہے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد کی تصنیف فتح الباری کو دیکھ کر فخر یہ پکار اٹھے کہ میرے استاد نے بخاری شریف کا حق ادا کر دیا۔ بخاری شریف عجیب وغریب کتاب ہے۔ بظاہر یہ احادیث کا مجموعہ ہے، لیکن اس میں علم حدیث بھی ہے، فقہ بھی ہے، بخاری کی فقاہت بھی۔ کہنے والوں نے کہا: **فقه البخاری فی تراجمه**۔ یعنی امام بخاری کی استنباطی واستخراجی صلاحیتوں کا اظہار تراجم بخاری سے ہوتا ہے، چنانچہ محدثین نے جہاں دیگر پہلوؤں پر کام کیے، وہیں تراجم بخاری پر بھی خوب پسینہ بہایا۔ امام بخاری نے اس شان اور اہتمام کے ساتھ یہ کتاب مرتب کی کہ عالم اسلام کی طرف سے اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا تمغہ عطا ہوا۔ صحیح اور کھری حدیثیں انہوں نے امت کے سامنے رکھ دیں۔ صاف اور بے غبار اقوال و آثار رسول علیہ السلام پیش کر دیا۔ بات یہاں تک پہونچی کہ ایک جماعت پیدا ہوئی جو حدیث کے نام پر بخاری سے آگے کسی دوسری کتاب کو قبول ہی نہیں کرتی۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہٗ نے اپنے درس میں مزید فرمایا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کا آغاز **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّات** سے فرما کر حدیث پڑھنے والوں اور علم دین سے وابستہ ہونے والوں کو پہلے ہی تنبیہ کر دی کہ اپنی نیت صاف کرلو، کیونکہ یہ بڑی بارگاہ میں داخلہ اور عظیم درسگاہ میں آپ کی آمد ہے۔ اور اختتامی مرحلے میں **کلمتان حبیبتان** لاکر انہوں نے سبق دیا کہ آغاز مجلس سے لے کر اختتام مجلس تک پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے میں جو کمی بیشی ہوئی، اس کی تلافی کے لیے استغفار کرلیا جائے۔ اسی کو کفارۂ مجلس کہتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب نے درس کے اخیر میں ملکی اور بین الاقوامی احوال پر بھی ولولہ انگیز انداز میں روشنی ڈالی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہندوستانی اقتدار ابھی تک گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے اور اپنے شہریوں کو سہولت پہونچانے کے بجائے نفرت انگیز ایجنڈے پر مسلسل گامزن ہے۔ نیک نامی چاہیے تو ارباب اقتدار کو نیک نامی والے کام کرنے پڑیں گے۔ یہ جاہ ومنصب، یہ لاؤلشکر سدا کی چیز نہیں۔ آپ ملک اس طرح

چلائیں کہ جب دنیا سے رخصت ہوں یا جاہ وحشم آپ کے ہاتھ سے نکل جائے تو لوگ آپ کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔

شاہ صاحب نے بین الاقوامی حالات پر بھی جم کر کلام فرمایا۔ انہوں نے امریکہ کے نومنتخب صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی آمد کو مشرق وسطی کے لیے ایک چیلنج قرار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ٹرمپ کا پہلا اقتدار نفرتوں کے لیے یاد رکھا جاتا ہے۔ اقتدار کا یہ دورانیہ اگر صاف شفاف اور بہتر رہا تو ان کے پچھلے دورانیے کی یاد کو کم کیا جا سکتا ہے۔ قدرت کا تازیانہ بھی امریکہ پر برس چکا ہے۔ لاس انجلس ہی نہیں، پورا کیلیفورنیا تباہ ہو گیا۔ ایسی آگ آئی جس کے سامنے پوری حکومت بے بس ہوگئی۔ عذاب دیکھ کر ٹرمپ اور امریکی انتظامیہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ ہوش ٹھکانے لگے تو کچھ سنجیدگی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کے خلاف نفرتی مہم کو بالائے طاق رکھا۔ ادھر فلسطین میں حالات پورے سال خراب رہے۔ دو دو قائدین شہید ہوئے۔ اسماعیل ہانیہ اور یحیی سنوار یکے بعد دیگرے واصل الی اللہ ہو گئے۔ پیہم جنگ نے فلسطین ہی کو کمزور نہیں کیا، بلکہ دہشت گرد اسرائیل کو بھی شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی کمر بھی ٹوٹ کر رہی۔ اس کی اکڑفوں نکل گئی۔ نتیجہ یہ کہ اب دونوں میں جنگ بندی کا معاہدہ ہوا اور ایک اسرائیلی قیدی کے بدلے میں 64/فلسطینی یہودی عقوبت خانوں سے آزاد ہو رہے ہیں۔ جنگ خود ہی ایک مسئلہ ہے۔ یہ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ نے طلبہ کو بھی خصوصی نصیحت فرمائی اور کہا کہ اب آپ میدان عمل میں قدم رکھ رہے ہیں۔ حالات آئیں گے۔ مشکلات استقبال کریں گی۔ عوائق کا ہجوم ہوگا، لیکن ڈگمگایئے نہیں۔ مرد کار وہی ہوتا ہے جو اپنے آہنی ارادوں سے ان کا رخ موڑ دے۔ آپ انبیا کے وارث ہیں۔ آپ کو ہر موڑ پر بتانا ہے کہ نبی کا عمل کیا تھا! نبی کی تعلیمات کیا تھیں! اور یہ صرف زبان سے نہیں، بلکہ اپنے کردار سے بھی۔ اس عظیم الشان تقریب میں عالم اسلام کے لیے بھی پرسوز دعائیں ہوئیں۔ اس موقع پر متعدد نکاح بھی ہوئے جو ناچیز نے پڑھائے۔ اجلاس نہایت باوقار رہا۔ سامعین کے ہجوم نے جامعہ کے وسیع احاطے کو تنگ کر دیا تھا۔

انجمن کواکب انور کا سالانہ اجلاس

17/جنوری 2025 کو طلبۂ جامعہ کی مشقی وتمرینی انجمن المعروف بہ انجمن کواکب انور کا سالانہ اجلاس نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا، جس کی صدارت رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر

شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ نے فرمائی۔ جلسے میں تلاوت ونعت خوانی کے بعد سلگتے موضوعات پر طلبہ نے اپنی تقاریر پیش کیں۔عربی، اردو، فارسی، انگریزی چار زبانوں میں طلبہ نے اپنی تیاریوں کا خوب صورت انداز میں مظاہرہ کیا۔ جامعہ کا ترانہ بھی دلکش لہجے میں پیش کیا گیا۔ طلبہ کے پروگرام کے بعد حضرت مولانا صغیر صاحب، استاذ حدیث نے خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنے ولولہ انگیز بیان میں طالبان علوم اسلامیہ کی کاوشوں کوسراہتے ہوئے فرمایا کہ تدریسی صلاحیتوں کے ساتھ تقریری اور تحریری صلاحیتوں کا ہونا بھی ایک مبلغ و داعی کے لیے ناگزیر ہے۔ انجمن کو اکب انور کی روشن تاریخ رہی ہے۔ آپ بھی اس سے استفادہ کرتے رہیں اور اپنی خفیہ صلاحیتوں کو اجاگر کریں۔ طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ پروگرام میں مکالمہ بھی پیش کیا گیا۔ مکالمہ کی حقیقت تفریح طبع کے ساتھ ناصحانہ گفتار ہے، لیکن مکالمے میں بھی اپنے دین، اپنے علم، اپنے مدرسہ اور اپنی ذات کے وقار کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ گرے پڑے الفاظ، غیر معیاری تعبیرات اور ناشائستہ جملے آپ کی شبیہ کو مجروح اور غیر مؤثر بنادیں گے۔ ان سے بچنا چاہیے۔ مولانا نے انجمن کے ذمہ داران حضرت مولانا مفتی نثار خالد دیناجپوری صاحب اور مولانا ابوطلحہ اعظمی کی توجہات و نگرانی کو بھی دادو تحسین سے نوازا۔

جامعہ کے استادِ حدیث و نائب ناظم تعلیمات مولانا مفتی محمد نوید صاحب نے طلبہ کو سے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا یہ جامعہ فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی کاوشوں کا عکس جمیل ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جہاں جامعہ کو قائم فرمایا، وہیں اس انجمن کی داغ بیل بھی انہوں نے ڈالی۔ شاہ صاحب گوناگوں خصوصیات اور کمالات کے ساتھ خطابت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے بیانات دنیا بھر میں بڑے شوق سے سنے جاتے تھے۔ ان کی خطابت کی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ ان کا نام سنتے ہی لوگ جوق در جوق پہنچ جاتے تھے اور اپنے دل کی انگیٹھی کو گرم کرتے تھے۔ آپ انہیں کی یادگار سے وابستہ ہیں۔ آپ کو بھی انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک جاندار خطیب بھی بننا چاہیے۔ ناچیز سید فضیل احمد ناصری نے طلبہ سے کہا کہ جس طرح بانی کا اثر مبنی پر بھی پڑتا ہے، جامعہ کے بانی فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیریؒ دنیائے خطابت کے شہ سوار تھے اور چاردانگ عالم میں ان کی طوطی بولتی تھی۔ وہ اپنے خوب صورت اسلوب، دل کش جملوں، حسین تعبیرات، مزیدار لہجے اور زوردار تکلم سے جلسے کو گرما دیتے تھے۔ آپ بھی انہیں سے وابستہ ہیں اور یہ انجمن انہیں کی تخلیق ہے۔ آپ کو جہاں دوسرے میدانوں میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائی ہیں وہیں میدان خطابت لیے بھی خود کو تیار کرنا

چاہیے۔ جلسے میں بیت بازی بھی ہوئی، جس کا حکم ناچیز کو بنایا گیا۔ ناچیز کے نزدیک حالی گروپ جامی گروپ پر حاوی رہا۔ بیت بازی سے اردو کا ذوق ابھرتا ہے اور صلاحیتوں میں نکھار آتا ہے۔ آپ اشعار میں بھی عمدہ انتخاب کا مظاہرہ کریں۔ سقیم اشعار سے حتی الامکان بچیں۔ بے وزن اور بحر سے خارج کلام کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اگر اس کی تمیز نہ ہو تو اس ذوق کے حامل اساتذہ سے رجوع کریں۔ ان شاءاللہ آپ کا ادبی ذوق تیزی سے پروان چڑھے گا اور زبان وادب کی شیرینی آپ بھی اگلے زمانے میں تقسیم کرسکیں گے۔ استاد حدیث مولانا مفتی نثار خالد صاحب کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر رئیس الجامعہ حضرت شاہ صاحب نے پوزیشن لانے والے طلبہ کو نقد انعام سے بھی نوازا۔

مولانا بدرالاسلام صاحب کی کتابوں کا اجرا

جامعہ کے استاد مولانا بدرالاسلام قاسمی اور ان کے والد گرامی حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی المغفور کی کتابوں کی رسم اجرا عمل میں آئی۔ تقریب کی سرپرستی رئیس الجامعہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے فرمائی۔ سرپرست جلسہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ابھی جامعہ کے استاد مولانا بدرالاسلام صاحب اور ان کے والد مرحوم کی کتابوں کا اجرا عمل میں آیا، جن میں سے ایک مولانا محمد اسلام قاسمی مرحوم کی سوانح حیات بھی ہے۔ مولانا محمد اسلام صاحبؒ دارالعلوم وقف کے سینیئر استاد تھے اور روز اول سے ہی اس کے ساتھ وابستہ۔ مولانا گوناگوں صلاحیتوں کے مالک تھے۔ جامعہ سے بھی ان کے تعلقات بڑے مستحکم رہے۔ ان کے احوال اور زندگی کے مراحل کو ان کے صاحبزادے مولانا بدرالاسلام صاحب نے بہ حسن و خوبی جمع کردیا ہے، جو واقعی لائق داد ہے۔ اجلاس میں دور دراز کی شخصیات بھی جلوہ گر ہوئیں۔ مولانا محمد اظہار الحق صاحب قاسمی استاذ دارالعلوم وقف نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

26 جنوری کے موقع پر پروگرام

ہر سال کی طرح امسال بھی 26/جنوری کو اساتذہ وطلبہ نے یوم جمہوری پروگرام کا انعقاد کیا۔ رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری فرمایا کہ ہندوستان ہمارا وطن ہے اور اس کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ جس طرح ہمارے علمانے اپنے سرفروشانہ کردار سے استخلاص وطن کا چراغ جلایا تھا، جس کی روشنی نے استعماریوں کو دیش نکالا کیا، اسی طرح ہم بھی اپنے اکابر واسلاف کی یاد اپنے عمل سے زندہ

رکھیں گے اور ان روایات کو آگے بڑھائیں گے۔ جامعہ کے استاد حدیث مولانا محمد صغیر احمد پرتاب گڑھی نے کہا کہ اس طرح کی تقریبات سے ہمیں اپنی تاریخ کے مذاکرے کا موقع ملتا ہے اور ہم اپنے ماضی کے اوراق کو پلٹ کر اپنے داغ ہائے سینہ کو تازہ رکھتے ہیں۔ ناچیز نے اپنے موقف کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وطن کے موجودہ حالات چاہے جیسے بھی ہوں، لیکن یہ ہمارا وطن ہے اور ہم اس کے روشن مستقبل کے لیے ہمیشہ تیار رہیں گے، کیونکہ اس کا ماضی بھی ہم سے وابستہ تھا، حال بھی ہم سے وابستہ ہے اور مستقبل بھی ہم سے ہی وابستہ ہے۔ اس موقع پر ہندوستان کا ترنگا احاطۂ جامعہ میں لہرایا گیا اور قومی ترانہ بھی جوش وخروش سے پڑھا گیا۔ ترانے کے بعد طلبہ میں شیرینی تقسیم کی گئی۔

رئیس الجامعہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ کو صدمہ

پچھلے دنوں رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ صاحب مسعودی کشمیری مدظلہ کی خوش دامن صاحبہ کا انتقال ہو گیا، جو محترم جناب فائز سلیم صدیقی وغیرہ کی والدہ تھیں۔ مرحومہ چند ماہ سے علیل تھیں اور شب جمعہ میں ان کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ مرحومہ انتہائی نیک، پاک باز اور پابند صوم وصلاۃ تھیں۔ ان کے شوہر ایڈوکیٹ سلیم صدیقی صاحب 40 سال قبل ہی اپنے بچوں کو چھوٹی عمر میں چھوڑ کر آخرت کو سدھار گئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد مرحومہ نے اپنے نونہالوں کے مستقبل کو سنوارنے اور نکھارنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی کمی آنے نہیں دی اور اپنی تمام اولاد کی بہترین تربیت فرمائی۔ اللہ تعالی انہیں غریق رحمت فرمائے۔ انتقال کی خبر سن کر اساتذۂ جامعہ تعزیت کے لیے پہنچے اور فائز سلیم صدیقی صاحب ڈائریکٹر نئی روشنی اسکول اور حضرت رئیس الجامعہ مدظلہ کو تعزیت مسنونہ پیش کی۔ جنازے کی نماز دارالعلوم دیوبند کے احاطۂ مولسری میں ادا کی گئی اور تدفین مزار عابدی میں عمل میں آئی۔

……◆……

نقد ونظر

مبصر: سید فضیل احمد ناصری

نام کتاب: کیا شخص زمانے سے اٹھا	تالیف: مولانا بدرالاسلام قاسمی، صفحات جلد اول 588 جلد دوم 674

دارالعلوم وقف دیوبند کے مایۂ ناز استاذ حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ان کی ہمہ جہت شخصیت اوران کا وسیع دائرۂ کار قابل رشک رہاہے۔16/جون 2023 کوان کا وصال ہوا۔

مولانا کی ذات گرامی ایک حرکت مسلسل اور جستجوئے پیہم تھی۔ان کی وفات سے ایک بڑا خلا محسوس ہوا۔ضرورت تھی کہ ان کے گوں ناگوں اوصاف وکمالات پر کتاب ترتیب دی جائے۔مرحوم کی خوش بختی، کہ انہوں نے لائق وفائق فرزندان بھی چھوڑے،جن میں محترم مولانا بدرالاسلام صاحب قاسمی زیدمجدہم استاذ جامعہ امام محمد انورشاہ، دیوبندان کی علمی وفکری جانشینی کررہے ہیں۔انہوں نے مولانا کے احوال بڑی چابک دستی سے جمع کیےاور دوجلدوں پر مشتمل ایک مفصل سوانح حیات ڈیڑھ سال کے قلیل عرصے میں لے آئے۔یہ ان کی لگن، کرنے کی دھن اور کام کوانجام تک جلد از جلد پہونچانے کے جنون کی غمازی کرتا ہے۔

جلد اول میں صرف دو ابواب ہیں،جن میں سے پہلا باب سوانحی امور پر مشتمل ہے۔اس باب میں مولانا کے علاقے کا تعارف، خاندانی پس منظر، تعلیمی سفر، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کا ذکر جمیل ہے۔اساتذہ کے حالات مولانا مرحوم ہی کے قلم سے ہیں۔جن حضرات سے مرحوم نے خصوصی استفادہ کیا،ان کے نام اور مقام بھی اس میں درج ہیں۔حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ پر وافر روشنی ڈالی گئی ہے۔اسی طرح عالم اسلام کی ممتاز دینی وعبقری شخصیت محدث وفقیہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبیؒ کا تعارف بھی اس میں ہے۔اسی طرح دارالعلوم وقف سے وابستگی کی داستان بھی ہے۔عربی مجلہ الثقافہ کا تعارف، دارالعلوم وقف میں مولانا کی ذمہ داریاں بھی وضاحت سے لکھی گئی ہیں۔ان کے کچھ اسفار پر بھی گفتگو موجود ہے۔اہم تلامذہ کی فہرست، ملی تنظیموں سے وابستگی، بیماری کے حالات، وفات اور اس کی تفصیلات بھی دی گئی ہیں۔مولانا کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔مولانا کی سرپرستی اور نگرانی میں چلنے والے اداروں پر بھی سیر حاصل تبصرہ ہے۔باب دوم میں مولانا کے اوصاف حمیدہ

بیان کیے گئے ہیں۔ اخیر میں مولانا کی کچھ یادگار دستاویزات بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ جلد دوم میں پانچ ابواب ہیں، جن میں سے پہلے باب میں مولانا کے احباب ومعاصرین کے تاثرات شامل ہیں۔ باب دوم میں مولانا کے تلامذہ کے مضامین شریک اشاعت ہیں۔ باب سوم میں محبین ومتعلقین کی تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ باب چہارم میں اعزہ واقارب کے رشحات قلم زیب کتاب ہیں۔ باب پنجم میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ کتاب اعلی معیار پر مصنف کے اپنے دارالاشاعت بنام مکتبہ النور سے چھاپی گئی ہے۔ ٹائٹل خوب صورت اور کاغذ دبیز ہے۔ یہ پیش کش سوانحی کتابوں میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

……◆……

نام کتاب: تذکرہ واسناد حدیث مشائخ دارالعلوم وقف دیوبند	تالیف: مولانا انعام الحق قاسمی
صفحات 320	ناشر: قاسمی بک اسٹور دیوبند

دارالعلوم وقف اپنے قیام کے روز اول سے ہی درس حدیث کے معاملے میں نیک نام رہا ہے۔ بڑے بڑے اساتذہ نے اس دانش کدے کو اپنی علمی سرگرمیوں کی جولان گاہ بنایا۔ فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری صاحبؒ، خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ اور حضرت مولانا خورشید عالم دیوبندیؒ وغیرہم نے جو قابل رشک خدمات انجام دی ہیں انہیں تاریخ کے سنہرے اوراق میں لکھا جاتا رہے گا۔ دارالعلوم وقف کا دورۂ حدیث ابتدا سے ہی معتبر اور اہم مانا گیا۔ بالخصوص ابتدائی 25/ سال تو ایسے تھے کہ ان کی ٹکر کا دورۂ حدیث پورے برصغیر میں کہیں نہیں تھا۔ آج بھی یہ درسگاہ آن بان شان سے علوم ومعارف لٹا رہی ہے۔

ان اکابر کی حدیثی سندیں بڑی عالی رہی ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس علمی ادارے کے اساتذۂ حدیث کی سندوں کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ یہ بڑا ہی اہم اور نازک کام تھا، لیکن افسوس کہ 40/ سالوں سے یہ خلا چلا آ رہا تھا۔ مولانا انعام الحق قاسمی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دارالعلوم وقف کے مشائخ حدیث اور ان کی سندوں کو نہایت ہی وقیع انداز میں مرتب کیا۔ یہ اہم اور دستاویزی کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے: پہلے باب میں ان اساتذۂ حدیث کے حالات ہیں جو وفات پا چکے۔ دوسرے باب میں ان اساتذۂ حدیث کی زندگیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، جو فی الحال رونقِ مسندِ حدیث ہیں اور تیسرے باب میں دورۂ حدیث میں پڑھی جانے والی کتابوں کی سندوں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب فضلائے دارالعلوم وقف کے لیے نعمت غیر مترقبہ تو ہے ہی، عام اہل علم کے لیے بھی خاصے کی چیز ہے۔ کتاب کی اشاعت پر مصنف موصوف اہل علم کی طرف سے ہدیۂ تبریک کے مستحق ہیں۔

……◆……

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ مطابق مارچ ۲۰۲۵ء میں جامعہ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ وسفراء کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جارہا ہے، اُس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے: اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

۱	محترم مولانا مفتی نثار خالد صاحب 07037668071 کلکتہ	استاذ حدیث
۲	محترم مولانا سید فضیل احمد صاحب ناصری 08881347125 ممبئی	استاذ حدیث
۳	محترم مولانا محمد ابوطلحہ صاحب 09997504588 جموں وکشمیر/مہاراشٹر/بنگلور/مدراس/بڑودہ	استاذ حدیث
۴	جناب ذکی انجم صدیقی صاحب 09058839273 دیوبند	ہیڈ کلرک
۵	جناب مولوی محمد امین صاحب 08979399192, 08082586960 جموں وکشمیر/پنجاب/راجستھان	سفیر
۶	جناب مولوی عشرت اللہ صاحب 07275869794 مشرقی اتر پردیش	سفیر
۷	جناب مولوی محمد حنیف 09808808003 بھروچ/سورت/نوساری/روا پی/آنند/مرادآباد/بریلی/میرٹھ/باغپت/مظفرنگر/بجنور	سفیر
۸	جناب مولوی محمد لقمان صاحب 07840042786 احمد آباد/گودھرا/آندھرا پردیش/تلنگانہ/دہلی/اتراکھنڈ	سفیر
۹	جناب مولوی عاشق الٰہی صاحب 09027742321 مدھیہ پردیش/مہاراشٹر/آندھرا پردیش/تلنگانہ/مغربی اتر پردیش کے اضلاع	سفیر
۱۰	جناب مولوی محمد منور صاحب 09818825419 چھتیس گڑھ/جنوب مغربی دہلی/مہاراشٹر کا ضلع تھانہ، پال گھر وسانگلی/دیوریا/کشی نگر/کان پور/آگرہ	سفیر
۱۱	جناب مولوی محمد ثاقب صاحب 09760822922 ممبئی	استاذ ناظرہ

چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ عبارت لکھیں:

JAMIA IMAM MOHAMMAD ANWAR SHAH

Account No. : 50100420638245

IFSC CODE : HDFC0001974 **Branch :** Deoband

Monthly MUHADDIS-E-ASR Deoband
Vol. 22 Issue 03/May-July/2024
RNI UPURD/2000/10663(83220)
Contact Mob:+91-9557051315 jimask98@gmail.com
Printed, Published & Edited By Syed Ahmad Khizar Shah
on Behalf of JIMAS, Behind Eidgah, Deoband. Saharanpur (U.P.)
Printed At Mukhtar Press Samreen Printers, Deoband

Feb - March 2025



جامعہ کی مرکزی عمارت ''انور ہال'' اور مسجد انور شاہ پر مشتمل شاندار منظر



جامعہ میں زیر تعمیر جدید دارالاقامہ کا مجوزہ نقشہ



دارالاقامہ کا بیرونی منظر



مسجد انور شاہ

Jamia Imam Mohammad Anwar Shah
A/C No.: 50100420638245
IFSC : HDFC0001974
BRANCH: HDFC DEOBAND